

کچھ اہم و مفید مطبوعات

30/-	از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم (اردو)	15/-	اسلام کیا ہے؟ (اردو)
35/-	کاروان زندگی حصہ اول (نیا ایڈیشن)۔ 100/-	بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم (ہندی)	12/-
70/-	کاروان زندگی حصہ دوم (نیا ایڈیشن)۔ 90/-	ہمارے حضور (اردو)۔ 15/- ہمارے حضور (ہندی)۔ 20/-	دین و شریعت
70/-	کاروان زندگی حصہ سوم۔ 80/-	موج تسنیم (اردو)	زیر طبع
25/-	کاروان زندگی حصہ چہارم۔ 90/-	مناجات ہاتف	10/-
40/-	کاروان زندگی حصہ پنجم۔ 80/-	دیار حبیب	5/-
45/-	کاروان زندگی حصہ ششم (نیا ایڈیشن)۔ 90/-	از محمد و مہ خیر النساء بہتر	آپ حج کیسے کریں؟ (نیا ایڈیشن)
200/-	کاروان زندگی حصہ ہفتم۔ 80/-	حسن معاشرت (نیا ایڈیشن)	15/-
45/-	حج کے چند مشاہدات۔ 6/-	کلید باب رحمت	6/-
80/-	خواتین اور دین کی خدمت۔ 25/-	ذائقہ (نیا ایڈیشن)	15/-
120/-	کاروان ایمان و عزیمت (نیا ایڈیشن)۔ 35/-	ذکر خیر	15/-
	دعائیں۔ 10/-	از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ	مکتوبات مفکر اسلام (اول)
	سوانح مولانا عبد القادر رائے پوری (نیا ایڈیشن)۔ 90/-	لبیک اللہم لبیک (مولانا سید محمد حزرہ حسنی صاحب)	30/-
	سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا	سوانح حضرت مولانا خلیل سہارنپوری۔ 50/-	تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ
	کاندھلوی (نیا ایڈیشن)۔ 90/-	سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلوی۔ 150/-	سیرت مولانا سید محمد علی موگیٹی (مولانا محمد حسنی)
	نبی رحمت (نیا ایڈیشن)۔ 200/-	زبان کی نیکیاں۔ 15/-	6/-
	سیرت سید احمد شہید (دو جلدیں)۔ 200/-	گلدستہ حمد و سلام	6/-
	تاریخ دعوت و عزیمت (پانچ جلدیں)۔ 355/-	کلام ثانی	200/-
	انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر۔ 70/-	از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ	175/-
	اپنے گھر سے بیت اللہ تک۔ 25/-	دو مہینے امریکا میں	90/-
	از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ	جزیرۃ العرب	70/-
	زاد سفر (دو جلدیں) (نیا ایڈیشن)۔ 150/-	حج و مقامات حج	35/-
	باب کرم (نیا ایڈیشن)۔ 12/-	امت مسلمہ	70/-
	بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول۔ 15/-	سماج کی تعلیم و تربیت	45/-
	بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم۔ 14/-	از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ	30/-
		معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں)۔ 870/-	30/-

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۲، محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸۔ فون نمبر دفتر: 2270406، فون نمبر ہاٹ: 2229174

بقیہ..... سنتوں سے انحراف کرنے والوں...

”الیوم اکملت لکم دینکم“ میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، دین مکمل ہو گیا اب کوئی نئی بات دین میں داخل نہیں ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نئی بات اور نئی ایجاد یعنی جو بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی باتوں سے الگ ہوگی گمراہی ہوگی، ہدایت وہ ہے جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کو ملی، گمراہی وہ ہے جو دین میں نئی بات اختیار کی گئی ہے، جس کی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کوئی سند نہیں اور رہنمائی نہیں ملتی وہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت و گمراہی ہے۔

ہمیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنا ہے تاکہ آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر ملاقات مقدر ہو تو آپ یہ نہ فرمائیں کہ تم نے تو ہم کو خوش نہیں کیا صرف اپنے کو خوش کرتے رہے اور شان و شکوہ سے اپنا دل بہلاتے رہے اور ہماری سنتیں مٹی رہیں۔ ہمیں سیرت پاک کے جلسوں میں اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور سامنے لانا چاہئے۔ اللہ پاک ہم سب کو اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کا منصوبہ بنایا ہے۔ میں نے محفوظ غلامانہ کی طرف جانے کا فیصلہ کر لیا مگر اس نے مخالفین کڑی نگرانی کر رہے تھے مجھے ”فرار“ کرنے میں ایک نیک دل مسلمان خاتون نے بھرپور کردار ادا کیا جسے دو مہتری خواتین کا بھی تعاون حاصل تھا۔ انہوں نے مجھے عورت کا لباس پہنایا اور میں سرحد پار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس دوران میں میری اہلیہ نے اسلام قبول کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا اور اپنے لئے زینب نام منتخب کیا۔ وہ اسلام کی مزید تعلیم کے لئے بیرون ملک کا سفر کرنا چاہتی تھی اور اس نے مجھے مشورہ دیا۔ دوسری شادی کر لو۔ میں پہلے تو حیران ہوا مگر بعد میں تفصیلی گفتگو سے اندازہ ہوا کہ وہ سچے دل سے میرے ساتھ ہمدردی کر رہی ہے اور اسے اسلامی تعلیمات کے مطابق دوسری شادی کرنے سے بھی کوئی اختلاف یا انقباض نہیں ہے۔ لہذا ہم دونوں کی کامل ہم آہنگی اور اتفاق رائے سے میری دوسری شادی زینب نے اپنی سہیلی شیدا کے ساتھ کرادی۔ میں آخر میں اپنے مسلمان بھائیوں سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے عمل سے عورتوں کو عزت کا وہی مقام دیں جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے تو آپ دیکھیں گے کہ حوازادیاں کتنے عظیم انقلاب کی پیغامبر بن جائیں گی۔ انشاء اللہ۔

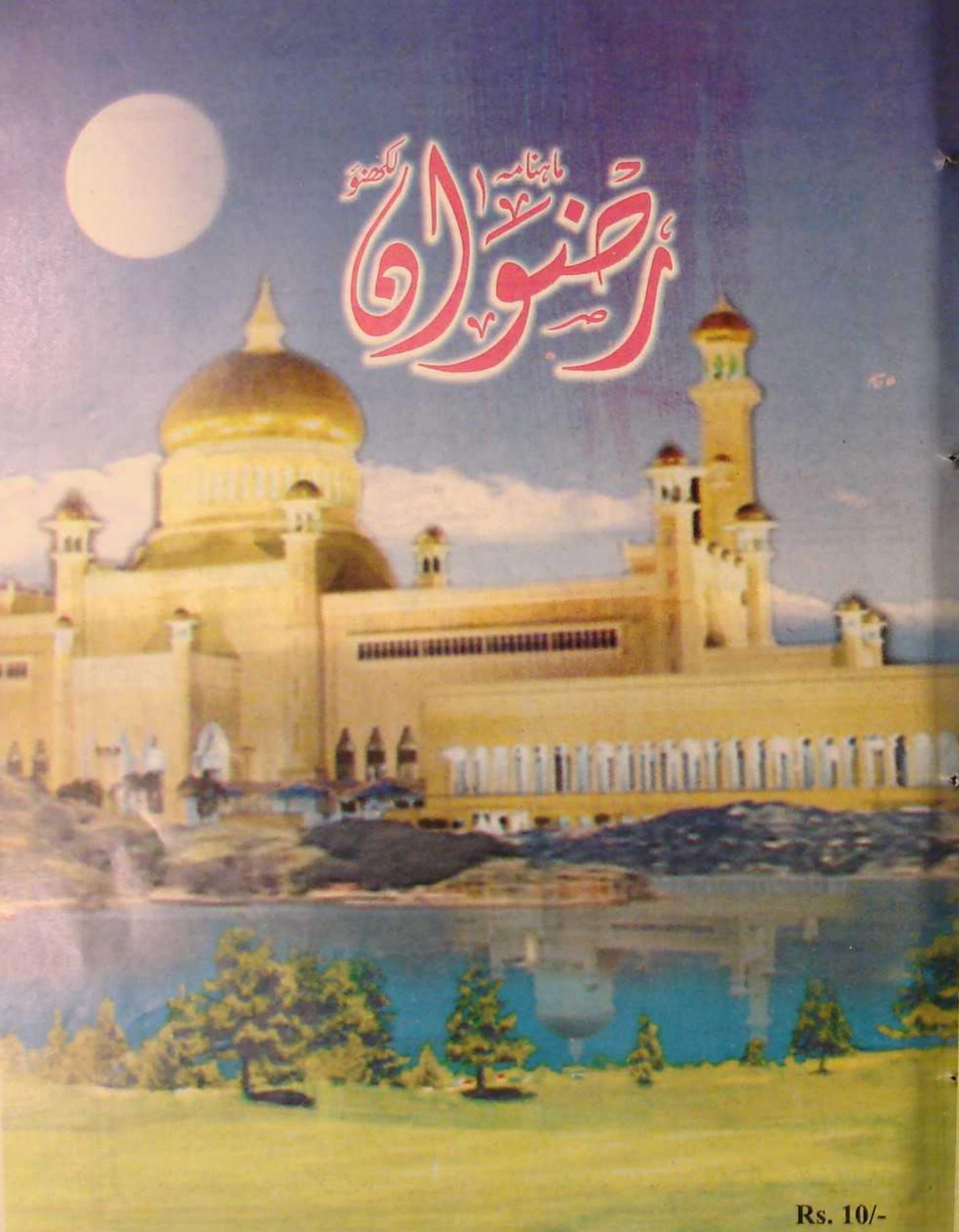
زمینوں پر کھیتی باڑی بھی کرنے لگا تھا۔ آزمائشوں کے سلسلہ سے دو چار ہوا مگر اس دوران میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں 1988 میں دیار حرم گیا مگر بعد میں میرا گھر بم مار کر تباہ کر دیا گیا۔ گھر کے اندر اس وقت میرے تین بڑواں بچے موجود تھے جنہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ اس ظالمانہ اقدام کے پیچھے میری سگی خالہ کا بیٹا تھا جو عیسائی پادری تھا۔ اس کا خیال تھا اس طرح میرے خلاف منافرت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوگا مگر نتیجہ اس کے برعکس برآمد ہوا۔ لوگوں نے اسلام سے واقفیت کے لئے مطالعہ کیا جن میں میرا گھر تباہ اور معصوم بچے شہید کرنے والے خالہ زاد پادری کا پادری سر بھی شامل تھا۔

1992 میں مجھے میرے ستر ساتھیوں سمیت جیل بھیج دیا گیا۔ 10 ماہ ہم قید میں رہے۔ ہم پر چوری کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ عیسائیوں اور یہودیوں کو مجھ پر اصل میں غصہ اس بات کا تھا کہ میں نے سور کے گوشت کی دوکانوں کے خلاف مہم چلا رکھی تھی۔ اس مہم کے نتیجے میں دارالسلام، تنگا، مافیا، لنڈی اور کیکوما میں شراب خانوں، کلبوں اور سور کے گوشت کی دوکانوں کے خلاف ایک قانون بن گیا۔ قسمت نے ساتھ دیا اور ہمیں رہائی مل گئی۔ اس دوران میں مجھے پتہ چلا کہ عیسائیوں نے میرے قتل

RIZWAN

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

ماہنامہ رخصوان لکھنؤ



ہارینا

گردہ و مٹانہ کی پٹھری کا سہارا ہے
گردہ مٹانہ کی پٹھری اور
پیشاب میں ریت، خون اور
جسٹن کے لئے
بیکساں مفید ہے۔



کبدون

یوریا اور جریان میں پیدائشی
یوریا میں بے حد مفید، رحم کی دوا
رطوبت کو خشک کر کے طاقت دیتا ہے۔
قوت باہر میں اضافہ کرتا ہے اور کثرت جنس نام
جسے زبان میں ہے جسے کثرت و مفید ہے



برنیسال

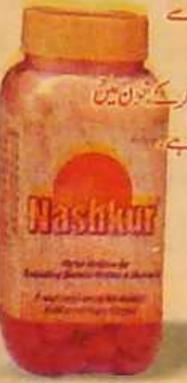
برنیسال کے تین اہم فوائد
1. سوزش اور جریان میں فوراً اعلیٰ تک پہنچانے
2. جسم کو جلدی ٹھیک کر کے نشان دہرے دے
3. جریان کے مضر اثرات سے پاک ہے

زودامین

زودامین اور جلدی اثرات کا سہارا ہے
نسار و ان کے لئے ہے
وہ جسے جلدی اور
وہ جسے جلدی اور
وہ جسے جلدی اور

شکر

شوگر کی کامیاب ترین دوا
شوگر کی جلدی بوٹیوں سے
تیار شدہ دوا
پیشاب سے شوگر کو ختم کر کے خون میں
شوگر کو کنٹرول رکھتی ہے



بطینا

قبض اور گیس کی کامیاب دوا
قبض، گیس، بھوک نہ لگنا،
بلبل، گرانی اور دیگر خرابیوں کیلئے
بیمہ مفید چوڑن۔
استعمال کریں، آرام پائیں۔



لیکونٹین

لیکونیا و جریان میں پیدائشی

یوریا اور جریان میں پیدائشی
یوریا میں بے حد مفید، رحم کی دوا
رطوبت کو خشک کر کے طاقت دیتا ہے۔
قوت باہر میں اضافہ کرتا ہے اور کثرت جنس نام
جسے زبان میں ہے جسے کثرت و مفید ہے



اندامل

گہرے لطم لہولہوں کا جواب دہم
گہرے زخم، ناسور، پیدائشی، لہولہوں
خصوصاً کابینکل لہولہوں کا
جلد انکریے والا دہم



کفزال

مہرہ کی کھانسی نزلہ زکام میں بیہ فید
پیشاب کی کھانسی، نزلہ، زکام، گلے کی خراش
اور نزلہ سے سردرد و بدن درد میں مفید ہے



صبا آملہ

بالوں کا بہترین سرین محافظ
دماغ کو بچاتا ہے
بالوں کی پٹھریوں کو مضبوط کر کے
بالوں کو کالا اور ٹھنسا بناتا ہے



صبا کھیر آمل

دماغ اور بالوں کا نامل محافظ
دماغ کو بچاتا ہے
بالوں کی پٹھریوں کو مضبوط کر کے
بالوں کو کالا اور ٹھنسا بناتا ہے



HASANI PHARMACY

177/41 GWYNNE ROAD, LUCKNOW-226 018
PH. (O) 202677, (R) 229174, M : 98380 23223

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

سوانح حیات..... کاروان زندگی

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

100/-	(اردو ایڈیشن)	قیمت حصہ اول	جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تاثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام
90/-	(اردو ایڈیشن)	قیمت حصہ دوم	کے واقعات و حوادث اور تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا حاصل اس طرح گل مل گیا ہے کہ وہ ایک
80/-	(اردو ایڈیشن)	قیمت حصہ سوم	دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مورخانہ حقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودہویں صدی
90/-	(اردو ایڈیشن)	قیمت حصہ چہارم	ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ و سرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا ہے۔
80/-	(اردو ایڈیشن)	قیمت حصہ پنجم	• ایک تاریخی دستاویز • ادبی مرقع • دعوت فکر و عمل
90/-	(اردو ایڈیشن)	قیمت حصہ ششم	فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ
80/-	(اردو ایڈیشن)	قیمت حصہ ہفتم	
610/-	(کاروان زندگی)	قیمت مکمل سیٹ	

خواتین اور دین کی خدمت

خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی و سماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کر سکتی ہیں، آخر میں مولانا کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولانا کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت 25/-

حج کے

چند مشاہدات

اس کتاب میں مولانا نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تاثرات و مشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا مؤثر اظہار ہے۔

قیمت 6/-

کاروان ایمان و عزیمت

قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل و عزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ و دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

خوبصورت کتابت و طباعت

قیمت 35/-

ذکر خیر

حضرت مولانا کی والدہ ماجدہ کے حالات زندگی، خود حضرت مولانا کے قلم سے۔

قیمت 15/-

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات،

انداز تربیت، توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض و تاثرات اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد - 90/-

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

رِزْوَانِ لکھنؤ

شمارہ 9

ستمبر ۲۰۱۰ء

جلد ۵۴

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان : ۱۰۰ روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۱۲۵ امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۱۰ روپے

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

معاونین

• میمونہ حسنی • عائشہ حسنی

• جعفر مسعود حسنی • محمود حسن حسنی

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیے

ماہنامہ رضوان ۱۷۲/۵۳، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

Phone : 91 - 0522 - 2620406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کپوزنگ : ناشر کپیوڈ لکھنؤ۔ فون : 9580695643

اپنی بہنوں سے

رمضان المبارک کا مہینہ اب ختم ہونے کے قریب ہے جب یہ رسالہ آپ کے ہاتھوں میں پہنچے گا تو کئی دن رہ جائیں گے اور عید الفطر کا مبارک موقع آچکا ہوگا۔ جس کی تیاری میں ہماری بہنیں مصروف ہوں گی۔ اس موقع پر ہم کو سوچنا چاہئے کہ یہ مبارک مہینہ ہم نے کس طرح گزارا ہمارے روز و شب کیسے گزرے، کیا ہم نے اس ماہ مبارک کی برکتیں رحمتیں پوری طرح وصول کیں۔ یا اس میں کوتاہی ہوئی، اور اب یہ چند روز جو باقی رہ گئے ہیں کم از کم ہم ان کو بھی ان کی برکتوں اور رحمتوں کے ساتھ حاصل کر لیں، اور عید الفطر کی سچی خوشیاں ہم کو نصیب ہو جائیں اور انعام الہی کو ہم حاصل کر لیں۔

اسی طرح ہم کو عید الفطر کے اس خوشی کے موقع پر اپنے غریب بھائی، بہنوں کو یاد رکھنا چاہئے، تبھی ہم کو عید کی سچی خوشی حاصل ہوگی۔ اپنے مسلمان پڑوسیوں کا خیال رکھنا چاہئے، بیواؤں، یتیموں اور نادار لوگوں کی ضرورتوں کا خیال رکھنا ہمارا ملی اور دینی فریضہ ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء کا واقعہ ہے کہ انہوں نے دیکھا ایک بوڑھی عورت دریائے جمنا کے قریب کنویں سے پانی بھر رہی ہے شیخ نے پوچھا بڑی بی بی جمنا کے قریب ہوتے ہوئے تم کنویں سے پانی بھرنے کی زحمت کیوں اٹھا رہی ہو، جواب دیا کہ میرا شوہر اور میں دونوں بوڑھے اور غریب ہیں جمنا کا پانی پی کر بھوک جلد لگ جاتی ہے یہ سن کر شیخ نظام الدین اولیاء کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور پھر اس بوڑھی کے گھر پابندی سے کھانا بھجوانے کا انتظام کر دیا۔

یہ ہمارے بزرگوں کا حال تھا اور ہمارا حال کیا ہے یہ ہم تو جانتے ہی ہیں۔ اور دوسرے بھی جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو رمضان المبارک جیسا مہینہ عطا فرمایا جو غنخواری اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور بھائی چارہ بنانے کا مہینہ ہے۔ ہر نیکی کا ثواب ستر گنا ہو جاتا ہے مگر اس کے لئے جو اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

فہرست مضامین

- ۳ اپنی بہنوں سے مدیہ
- ۴ حدیث کی روشنی میں امة اللہ تسنیم
- ۶ سنتوں سے انحراف کرنے والوں کا مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- ۱۰ لوگ کہتے ہیں مولانا مفتی محمد تقی عثمانی
- ۱۲ والدین کے حقوق مولانا محمد عثمان اشرفی نظامی
- ۱۳ حضرت عامر ابن شراحیل الشعمی مولانا عبدالام ندوی
- ۱۶ اسلامی پردہ اور مغربی معاشرے کا تعصب محترم عبید اللہ عبید
- ۱۸ عید الفطر احکام و فضائل محمد قمر الزماں ندوی
- ۲۰ جنت میں دودھ، پانی، شہد اور شراب کے سمندر ہیں قاضی سراج نعمانی، نوشہرہ
- ۲۱ حضرت عبداللہ بن مسعود محترم عبداللہ اند قاسمی خیر آبادی
- ۲۲ اُف! یہ کیسی شادی محمد نصیر الدین
- ۲۵ تین حادثے - ایک پیغام صدق سراج
- ۲۸ معرفت الہی کیا ہے؟ محمد رحیم الدین انصاری
- ۳۰ اصلاح معاشرہ میں عورت اور اس کے مولانا جلال الدین رون اور حکایات مثنوی
- ۳۳ میں نے بیاہنگ دیکھا میں اسلام قبول کیا ۳۶-۳۰

اور آج میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔
(مسلم)

باہمی محبت اور اس کی ترکیب

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم جنت میں نہ جاسکو گے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ گے اور جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو گے مومن نہ ہو گے، میں تم کو ایسی بات نہ بتلا دوں کہ تم عمل کرو تو آپس میں محبت ہو جائے، اپنے درمیان سلام پھیلاؤ۔

مسلمان سے خدا کیلئے محبت کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی اپنے کسی بھائی کو ملاقات کے لئے کسی دوسری بستی جا رہا تھا۔ اللہ نے اس کے راستہ پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا۔ جب وہ فرشتہ کے قریب ہوا تو فرشتہ بولا کہاں کا ارادہ رکھتے ہو، اس نے جواب دیا فلاں بھائی سے فلاں جگہ ملنے جاتا ہوں۔ فرشتہ نے کہا کیا تم پر اس کا کوئی احسان ہے جس کو تم نبھا..... رہے ہو؟ اس نے کہا اس سے میری کوئی غرض نہیں، ہاں مجھے اس سے للہمی محبت ہے۔ فرشتے نے کہا کہ میں اللہ کا قاصد ہوں۔ اللہ

اللہ کیلئے محبت اور اس کے احکام

ہی کی عبادت میں نشوونما پائی۔ ۳- وہ جس کا دل مسجد میں اٹکار ہے۔ ۴- وہ دو آدمی جو اللہ کے لئے محبت کریں، ملیں تو اسی کے لئے اور الگ ہوں تو اسی کے لئے۔ ۵- وہ جس کو کوئی صاحب جمال عورت بلائے تو کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ ۶- جو اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ بایاں ہاتھ بھی نہ جانے کہ سیدھا ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے۔ ۷- جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اُس کے آنسو بہنے لگیں۔
(بخاری۔ مسلم)

للہمی محبت رکھنے والوں پر

اللہ کا سایہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا میری عظمت کی وجہ سے جو آپس میں محبت کرتے تھے وہ کہاں ہیں آج میں اُن پر اپنا سایہ کروں گا

ایمان کی حلاوت حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین باتیں جس میں ہوں گی اس کو ایمان کی حلاوت محسوس ہوگی۔ ۱- اللہ اور اس کے رسول ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ ۲- کسی سے محبت کرے تو للہمی محبت کرے۔ ۳- کفر کی طرف واپس ہو جانا جس سے اللہ نے اس کو بچایا ہے اتنا برا سمجھے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو برا سمجھتا ہے۔
(بخاری۔ مسلم)

سات آدمی جو قیامت میں اللہ کے سایہ رحمت میں ہوں گے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات آدمی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اپنا سایہ کرے گا، جس دن بجز خدا کے سایہ کے کوئی سایہ نہ ہوگا اور وہ سات یہ ہیں۔ ۱- منصف حاکم۔ ۲- وہ جو ان جس نے اللہ عزوجل

نے تم سے محبت کی جیسے تم نے اس کی وجہ سے اس سے محبت کی۔ (مسلم)

انصار سے محبت ایمان کی علامت ہے

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں فرمایا کہ ان سے محبت کرنے والا مومن ہوگا اور بغض رکھنے والا منافق ہوگا۔ جو ان سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔ (بخاری۔ مسلم)

اللہ کیلئے محبت رکھنے والوں کا قیامت میں اعزاز

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو میری عظمت کی وجہ سے آپس میں محبت رکھیں اُن کے لئے نور کے منبر ہوں گے، ان پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔ (ترمذی)

اللہ کیلئے محبت کرنے والا اللہ کا محبوب ہے

حضرت ابو ادریس الحولانی سے روایت ہے کہ دمشق کی مسجد میں میرا گزر ہوا، میں نے ایک چمکدار دانتوں والے نوجوان کو دیکھا کہ ان کے گرد لوگ بیٹھے

ہوئے ہیں، جب کسی بات پر اختلاف ہوتا تو ان کی طرف رجوع ہوتے اور انہیں کی رائے پر فیصلہ کرتے، میں نے ان کے متعلق دریافت کیا، معلوم ہوا کہ یہ معاذ بن جبلؓ ہیں۔ دوسرے دن میں دو پہر کو بہت سویرے آیا اور میں نے ان کو اپنے سے پہلے آیا ہوا پایا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے میں نے انتظار کیا۔ جب انہوں نے نماز پوری کی تو میں نے اُن کے سامنے آ کر سلام کیا۔ پھر عرض کیا خدا کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں، انہوں نے کہا سچ، میں نے کہا سچ، بولے سچ سچ، میں نے کہا سچ۔ تو انہوں نے میری چادر کا کونا پکڑ کر مجھ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ پھر فرمایا خوش ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میرے لئے آپس میں محبت کرنے والوں، اور میرے واسطے ایک دوسرے کے پاس بیٹھنے والوں، اور میری ہی رضا کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں کے لئے میری محبت واجب ہوگی۔

مسلمان بھائی کو اپنی محبت کی خبر دے دینی چاہئے

حضرت مقدم بن معدی کرب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی اپنے کسی مسلمان بھائی سے محبت کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کو بتادے

کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔
(ابوداؤد۔ ترمذی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت معاذؓ کو محبت کی اطلاع اور دعا کی تعلیم

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے معاذؓ مجھے تم سے محبت ہے اور فرمایا کہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اپنی ہر نماز کے پیچھے اللھم اعنی علی ذکرك و شکرک و حسن عبادتک۔ کہہ لیا کرو۔
(ابوداؤد۔ ترمذی)

محبت کی اطلاع

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے، دوسرے صاحب آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ان سے محبت ہے، آپ نے فرمایا ان کو بتلا بھی دیا۔ بولے نہیں۔ آپ نے فرمایا بتلا دو۔ انہوں نے اُن صاحب سے کہا میں آپ سے اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں۔ وہ بولے آپ جس کے لئے مجھ سے محبت کرتے ہیں، وہ آپ سے بھی محبت کرے۔ (ابوداؤد)



سنتوں سے انحراف کرنے والوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں

آزاری کی ہوگی، اس کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی حتیٰ کہ اس کا دامن اس کی نیکیوں سے خالی ہو جائے گا اور اس کو آگ میں جانا پڑے گا۔ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کا ثبوت دینا چاہئے اور اتباع سنت کو اختیار کرنا چاہئے۔

اتباع سنت کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کا کام کیا جائے اور ناخوشی سے بچا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی کی جائے اور زندگیوں کو اس پیمانے میں ڈھالا جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کی شب و روز کے حالات سے اور تکلیف و راحت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز و طریقے سے، عبادات و معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بنتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کا یہی معیار ہے کہ دیکھا جائے کہ ہماری زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے و سنت کی پیروی کہاں تک ہے۔ دعویٰ کرنا آسان ہے، محبت و تعلق کا لفظی اور دکھاوے کا اظہار آسان ہے، آدمی جس طرح اپنی بہت سی خواہشوں پر پیسے صرف کر دیتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے دعوے اور دکھاوے پر بھی صرف کر دیتا ہے، روشنی، جلسہ جلوس بھی آسان کام ہیں۔ اس میں دل بھی لگتا ہے اور مزہ آتا ہے۔ لیکن جس میں جی لگتا ہو اور معلوم ہو جائے کہ یہ حضور

ہمارے حضور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کام میں اعتدال کا طریقہ اختیار کرنے کو پسند فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”خیر الامور اوسطها“ یعنی معاملات میں بہتر وہ ہیں جو درمیانی ہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد موقعوں پر از خود اپنے عمل سے بتایا اور توجہ دلائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صحابی بڑے ایمانی جذبے کے ساتھ آپ کے پاس آئے، ایک نے کہا کہ رات رات بھر میں عبادت کیا کروں گا، دوسرے نے کہا کہ میں مسلسل روزہ رکھوں گا، تیسرے نے کہا میں کبھی شادی نہ کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تم میں سب سے زیادہ متقی اور اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور رات کو عبادت کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزے بھی رکھتا ہوں اور روزے سے خالی دن بھی چھوڑتا اور شادی بھی کرتا ہوں، جو میرے طریقے پر نہیں وہ ہم میں نہیں۔ یہ تھا وہ اعتدال اور

صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کی بات نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ نہیں پھر اس کو آدمی چھوڑ دے اور اس کے مزے سے اپنے کو بچائے یہی وہ مشکل کام ہے جو ہماری زندگی سے نکلتا جا رہا ہے اور جو سنت ہے جس سے اللہ کے رسول خوش ہوں گے، اس کو اختیار کرے خواہ اس میں کوئی مزہ نہ ہو کوئی دکھاوانہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور خوشنودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کر کے دکھانے سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی سے ہوگی۔ ہم دیکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی کے موقعوں پر کیا کرتے تھے۔ رنج کے موقعوں پر کیا کرتے تھے، اپنے پروردگار کی عبادت اور اس کے احکام کی بجا آوری کیسے کرتے تھے پھر بیویوں سے کیسے پیش آتے تھے، بچوں کے ساتھ کیا سلوک تھا۔ ساتھیوں اور رفقاء کا کیا خیال کرتے تھے۔ پڑوسیوں کے ساتھ کیا معاملہ تھا، کیسی رحم دلی تھی، کیسا اخلاق تھا، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

ترجمہ: ”تمہارے لئے اللہ کے رسول میں اچھا نمونہ ہے یہ اس شخص کے لئے جو اللہ سے امید قائم کرتا ہے اور آخرت میں امید کرتا ہے اور اس نے اللہ کو بہت یاد کیا ہے۔“

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و اطاعت اور ان کے اعمال و اخلاق کو

اپنی زندگی کے لئے نمونہ بنانا ہی اللہ پاک و برتر سے محبت اور مقبولیت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

”قل ان کستم تحبون اللہ فانبعوننی یحببکم اللہ“ اس لئے ہم مسلمانوں کو اپنی اپنی زندگی کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعی محبت کرتے ہیں یا ہم کو شیطان دھوکہ دے رہا ہے اور ہم سب انسانوں کو ہمارے پروردگار نے حکم دیا کہ اس عظیم اور رحمۃ للعالمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں، اس میں ہماری کامیابی اور نجات ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جامع ترین نصیحت، حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نہایت مؤثر و عظیم ارشاد فرمایا کہ ہمارے دل ڈر گئے اور ہماری آنکھیں اشکبار ہو گئیں تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو گویا آخری نصیحت معلوم ہوتی ہے، لہذا ہمیں کچھ اور نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا ”میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی اور سچ و طاعت (یعنی امیر کی بات سننے اور اس پر عمل کرنے) کی وصیت کرتا ہوں۔ اگرچہ تم پر کوئی جشی غلام مقرر کیا جائے (یاد رکھو) تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، ایسی حالت میں تم پر لازم ہے کہ میری سنت

اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑے رہنا، ان کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رہنا اور دین میں نئے نئے کام (بدعات) اور ایجاد کرنے سے بچنا، اس لئے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

اس حدیث کو دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا مؤثر و عظیم فرمایا کہ سب کی آنکھیں بہنے لگیں اور دل لرز اٹھے۔ روایت میں آتا ہے کہ ”وجلست منها القلوب و ذرفت منها العینون“ ”وجل“ اسی خوف کو کہتے ہیں جو دل میں لرزہ پیدا کر دے۔ خوف کی کئی قسمیں ہوتی ہیں، عربی میں اس کے مختلف الفاظ ہیں ”خوف“ لفظ آتا ہے، ”حذر“ اور ”ذعر“ کا بھی لفظ آتا ہے ”وجل“ اور ”خشیت“ کا بھی لفظ آتا ہے۔ ان سب میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے اور ان کے مواقع استعمال بھی الگ الگ ہیں کہ کس کیفیت میں کونسا لفظ زیادہ بہتر ہے۔ عام خوف کو خوف کہتے ہیں لیکن جب کسی چیز کو دیکھ کر اچانک خوف آجائے اس کو ”ذعر“ کہتے ہیں۔ خشیت اس خوف کو کہتے ہیں جو دل میں احترام کے جذبے کے ساتھ ہو، وجل اس خوف کو کہتے ہیں کہ جس میں آدمی لرز جائے تو صحابہ کرام کا ایمان اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جب آپ سے جنت اور جہنم کی باتیں سنتے تھے تو لرز جاتے تھے، ان کا ایمان اتنا قوی تھا کہ جنت کا ذکر

ہوتا تھا تو گیا جنت ان کو نظر آرہی ہے اور اگر دوزخ کا ذکر ہوتا تو گویا دوزخ نظر آرہی ہے۔ آگ لگتی ہوئی نظر آرہی ہے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ آگ ہماری طرف بڑھ رہی ہے اور کہیں ہمیں چھو نہ لے۔ یہ کیفیت صحابہ کرام کی ہوتی تھی، اس کیفیت کے بعد کیا دل ان کا لرز نہیں جائے گا۔ آپ سورہ ہوں اور آگ لگ گئی اور اچانک آپ نے دیکھا کہ وہ آپ کی طرف بڑھ رہی ہے اور بھاگنے کا کوئی راستہ نہ ہو تو آپ کا دل لرز جائے گا، معلوم ہوگا کہ موت سامنے ہے۔

یہ کیفیت صحابہ کی ہو جاتی تھی، اس لئے کہ ان کا ایمان اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جو چیزیں ہم پڑھتے ہیں اور اس کو علمی طور پر مان لیتے ہیں دل کی گہرائیوں میں نہیں اترتا لیکن ان کو اس پر اتنا یقین ہوتا تھا کہ جیسے وہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات ارشاد فرمائی وہ مؤثر تھی۔ سننے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے ایسے ایمان والے تھے کہ سن کر بے حد متاثر ہوئے اور ڈر گئے کہ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ایسا وعظ فرمایا جیسے کہ آپ آخری وعظ فرما رہے ہوں اور اتمام حجت کر رہے ہوں اور جس کے بعد کچھ کہنا نہیں کہ یہ آخری بات ہے جو کہہ رہے ہیں۔ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کچھ نصیحت کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”میں تم کو نصیحت کرتا ہوں، ہدایات دیتا ہوں کہ دل میں خدا کا ڈر پیدا کرو اور بات سنا کرو اور مانا کرو جس طرح وہ شخص کرتا ہے جو کسی با اختیار آقا کا غلام ہو۔

یہ ایسی حدیث ہے کہ خاص طور پر اس زمانے کے لئے اس میں بہت ہی روشنی ہے۔ یہ زمانہ ایسا ہے کہ خود غرضی اور آپس میں تعلقات کی خرابی اور ایک دوسرے سے کٹکٹش اور لڑائی اور ایک دوسرے کی مخالفت مسلمانوں میں نہایت عام ہو گئی ہے۔ لیڈر لیڈر سے لڑ رہے ہیں، واعظین و علماء تک آپس میں لڑ رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے وہ اسی لئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک کی طرف سے یہ بتلادیا گیا تھا کہ امت پر ایسے دور آئیں گے اور یہ بات اسی زمانے میں نہیں بلکہ اس سے پہلے سے ہوتی رہی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ بات بتلا دی گئی تھی کہ امت ان حالات سے گزرے گی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خبردار کیا کہ دیکھو! ایسے حالات پیش آسکتے ہیں، اس میں تم کو کیا کرنا چاہئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور جو شخص خدا سے ڈرے گا جس کو واقعی ڈرنا کہتے ہیں جیسا کہ صحابہ کرام ڈرتے تھے تو وہ اس طرح کی چیزوں میں نہیں پڑے گا۔ مثال کے طور پر آگ سے آپ ڈر رہے ہیں، خدا نخواستہ آگ لگ گئی، آپ آگ کے سامنے کھڑے ہیں، اس وقت وہاں آپ کا مخالف بھی پہنچ گیا ہے تو کیا ایسے موقع پر آپ اپنے مخالف سے دشمنی کریں گے؟ نہیں کریں گے بلکہ دونوں مل کر بچنے کی کوشش کریں گے اور اس وقت دونوں دوست ہو جائیں گے۔ دونوں ایک دوسرے کا تعاون کریں گے کہ بھائی آگ لگ رہی ہے، اس کو بچانے کی کوشش کریں گے اس وقت ہم اپنے اختلاف نہیں دیکھیں گے، اس وقت ہم دونوں مل جائیں گے۔

ناراض نہ ہوں۔ جب اللہ پاک کی رضا مندی یا ناراضگی کی فکر ہوگی تو یہ سب چیزیں چھوٹ جائیں گی کہ فلاں نے ایسا کر دیا، فلاں نے ایسا کہا، مومن سوچتا ہے کہ فلاں نے ایسا کر دیا تو کتنا نقصان ہوگا اس سے زیادہ نقصان تو اس میں ہے کہ آدمی اپنے عمل کے نتیجے میں جہنم میں پہنچ جائے، ہماری دنیا کتنی ہے اور کیا اہمیت رکھتی ہے۔ وہ اگر برباد ہو جائے تو کتنا نقصان ہے۔ اللہ سے ڈرنے والا یہ دیکھتا ہے ہماری دنیا برباد ہو جائے لیکن ہماری آخرت سنور جائے، جہاں ابد الابد کی زندگی گزارنی ہے۔ صحابہ کرامؓ کے دل کی کیفیت یہی بن گئی تھی جب ان کو جہنم سے ڈرایا جاتا تھا تو وہ واقعی ڈرتے تھے اور خوفزدہ ہو جاتے تھے اور آنسو جاری ہو جاتے تھے اور ان باتوں میں پڑنے یا کرینے دور بھاگتے تھے جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

صحیح مومن اللہ کے غضب و ناراضگی سے اسی طرح ڈرتا ہے اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہے، اس کی پکڑ سے ڈرتا ہے اور اللہ سے اس طرح ڈرنے کا سبب یہ بنتا ہے کہ اللہ نے کہا کہ قیامت کے دن ہم تمہارا حساب لیں گے اور تمہارے اعمال کے مطابق اجر و سزا دیں گے، اگر برے اعمال ہیں تو جہنم اور اگر اچھے اعمال ہیں تو جنت دیں گے اس میں پورا پورا معاملہ ہوگا، وہاں رعایت نہیں ہاں اگر بعد میں اللہ رحم فرمادے تو اس کا فضل ہے کوئی اسے روک نہیں سکتا تو جب ہم کو اس پر واقعتاً یقین ہوگا اور خدا سے واقعتاً ڈر ہوگا تو ہمیں بے حد فکر اس کی ہوگی کہ اللہ پاک ہم سے

بھی ختم ہو جائے گا فرمایا ”انہ من یعش منکم فسیرئ اختلافاً کثیراً“ کہ بعد میں جو زندہ رہیں گے جب کہ ایمان کی کمزوری آجانے پر اختلافات اثر انداز ہونے لگیں گے تو وہ لوگ بڑا اختلاف دیکھیں گے، ایک دوسرے سے مخالفت اور نفرت رکھنے والے لوگ ہونے لگیں گے ایسے وقت میں تم کو وصیت کرتا ہوں ”علیکم بسنتی و سنتی الخلفاء الراشدین المہدین“ کہ میرا طریقہ اور خلفائے راشدین کا طریق اختیار کرو اور اس پر نظر رکھو کہ میں نے کیا کیا اور ایسے موقع پر صحابہؓ نے کیا کیا، خاص طور پر خلفائے راشدین کو دیکھو۔

سنت کے معنی طریقہ عمل کے ہیں اور ”السنة“ سے مراد سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور سنت کی اضافت جس کی طرف کی جائے، اس کا طریقہ ہو جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میری سنت پر عمل اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرو یعنی میرے طریقے کو دیکھو اور اس کو اختیار کرو اور صحابہؓ کے طریقے کو دیکھو اور اس کو اختیار کرو اگر میرے طریقے پر عمل کرو گے اور خلفائے راشدین کے طریقے کو سامنے رکھو گے تو آپسی اختلافات و کٹکٹش اور مصیبت و آفت سے بچ جاؤ گے اور فرمایا کہ ”عضوا علیہا بالنواجذ“ یعنی اس کو دانتوں سے پکڑو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری سنت اور صحابہؓ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑ لو اگر ایسا کرو گے تو خطرے سے بچ جاؤ گے۔ ”وایاکم و محدثات الامور“ یعنی دین کے معاملے میں نئی نئی باتیں ایجاد ہوں تو ان سے بچو ”ایاکم و محدثات الامور“ اپنے کو بچاؤ اور بچو یعنی لوگ اپنے فائدوں کی غرض سے محض اندازوں سے دین کے اندر نئی باتیں کرتے رہتے ہیں، ان سے بچو اور یہ دین کے معاملے میں ہے، دنیا کے معاملے میں نہیں۔ دنیا کے معاملے میں آدمی کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی پسند کے مطابق کام کرے لیکن دین کے معاملے میں جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا کا معاملہ ہوتا ہے اس میں اگر کوئی نئی بات ایجاد کی جاتی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نہیں بتائی تو وہ ”محدث“ ہے یعنی نئی کر دی گئی ہے۔ نئے نئے اختیار کردہ معاملات سے بچو جن کو لوگ دین بتاتے ہیں حالانکہ وہ دین نہیں ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اور کہا یا کیا ہے یا صحابہ کرامؓ نے کہا اور کیا ہے۔ اس کے علاوہ جو نئی چیز اختیار کی جائے گی وہ دین نہیں بلکہ بدعت ہے یا بدعت کا مطلب دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے اور دین کے اندر نئی بات کا ایجاد کرنا کسی کا حق نہیں کیونکہ دین مکمل کر دیا گیا اور اعلان کر دیا گیا۔

بہی ختم ہو جائے گا فرمایا ”انہ من یعش منکم فسیرئ اختلافاً کثیراً“ کہ بعد میں جو زندہ رہیں گے جب کہ ایمان کی کمزوری آجانے پر اختلافات اثر انداز ہونے لگیں گے تو وہ لوگ بڑا اختلاف دیکھیں گے، ایک دوسرے سے مخالفت اور نفرت رکھنے والے لوگ ہونے لگیں گے ایسے وقت میں تم کو وصیت کرتا ہوں ”علیکم بسنتی و سنتی الخلفاء الراشدین المہدین“ کہ میرا طریقہ اور خلفائے راشدین کا طریق اختیار کرو اور اس پر نظر رکھو کہ میں نے کیا کیا اور ایسے موقع پر صحابہؓ نے کیا کیا، خاص طور پر خلفائے راشدین کو دیکھو۔

لوگ کہتے ہیں

انسانی نفس کی چوریوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون باخبر ہو سکتا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم بھی دیا، اسے تمام مضمرات کو سمجھتے ہوئے ایسے تمام راستوں کو بھی بند کیا جو اس حکم کی خلاف ورزی کی طرف لے جاسکتے ہیں اور ان چور دروازوں کی بھی نشان دہی فرمائی جہاں سے انسان کی نفسانی خواہشات حیلے بہانے تلاش کر سکتی ہے، نفس انسانی کی ایک فطرت یہ ہے کہ جس برائی کا الزام وہ براہ راست اپنے سر لینا نہیں چاہتا اسے کسی اور شخص کے کندھے پر رکھ کر انجام دینے کی کوشش کرتا ہے تاکہ مقصد بھی حاصل ہو جائے اور اپنے اوپر حرف بھی نہ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کے سلسلے میں انسان کی اس نفسیاتی کیفیت کو نہایت لطیف اور بلیغ پیرائے میں بیان فرمایا ہے، امام غزالی نے احیاء العلوم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ان الفاظ میں نقل کیا ہے: "بئس مطیۃ الکذب: یقول الناس۔"

"جھوٹ کی سواری" یہ تو ایک لطیف اور استعارتی پیرایہ بیان تھا جو حقائق پر نگاہ رکھنے والوں کے لئے بڑا موثر اور دل میں اتر جانے والا ہے لیکن اسی بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں بالکل سادہ اور عام فہم الفاظ میں بھی ارشاد فرمایا ہے جسے ہر شخص سنتے ہی سمجھ جائے، فرمایا: "کفی بالمرء

کذبا ان یحدث بكل ما سمع" انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ وہ ہر وہ بات دوسروں کو سنانے لگے جو اس نے کہیں بھی سنی ہو۔"

دونوں ارشادات کا منشا درحقیقت یہ بتانا ہے کہ ایک سچے مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ہر کجی کجی بات کہیں سے سن کر اسے آگے چلا دے، اسی طرح افواہیں جنم لیتی ہیں، جھوٹی باتیں معاشرے میں پھیلتی ہیں اور متضاد افواہوں کے گرد و غبار میں حقیقت کا چہرہ مسخ ہو کر رہ جاتا ہے۔ قرآن کریم نے بھی ایسی بے تحقیق افواہیں پھیلانے والے کی پرزور مذمت کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہ منافقین کا وطیرہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے درمیان ایسی افواہیں پھیلاتے رہتے تھے جن سے لوگوں میں بے چینی اور تشویش پیدا ہوتی تھی اور دشمنوں کو فائدہ پہنچتا تھا، قرآن کریم نے ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: "اذا جاءهم امر من الامن او الخوف اذاعوا به و لو ردوه الی الامر لعلمہ الدین یستنبطونہ منہم۔"

ترجمہ: جب بھی امن یا خوف (جنگ) کے بارے میں انہیں کوئی بات پہنچتی ہے، وہ اسے پھیلانے میں لگ جاتے ہیں، اگر وہ اسے (پھیلانے کے بجائے) ذمہ دار لوگوں تک پہنچاتے تو ایسے لوگ اس کی حقیقت جان لیتے جو اس کی کھود

کرید (تحقیق) کر سکتے ہیں۔"

قرآن و سنت کے ان ارشادات سے اسلام کا مجموعی مزاج سامنے آتا ہے، وہ یہ ہے کہ جب تک کسی بات کی نسبت تحقیق نہ ہو جائے اس وقت تک اسے دوسروں کے سامنے بیان کرنا جائز نہیں۔ اگر کوئی شخص اس قسم کی بے تحقیق بات کو پورے وثوق اور یقین سے بیان کرے تب تو ظاہر ہے کہ وہ خلاف واقعہ اور غلط بیانی کے ذیل میں آتا ہے، لیکن بالفرض وثوق کے ساتھ بیان کرنے کے بجائے "لوگ کہتے ہیں" جیسے فقرے کا پردہ رکھ کر بیان کرے لیکن مقصد یہی ہو کہ سننے والے اسے سچ باور کر لیں تب بھی مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ایسا کرنا جائز نہیں۔

دراصل اسلام کا مقصد یہ ہے کہ وہ مسلمان معاشرے کے ایک ذمہ دار فرد بن کر زندگی گزارے، اس کے منہ سے جو بات نکلے، وہ کھری اور سچی بات ہو اور وہ اپنے کسی قول و فعل سے غیر ذمہ داری کا ثبوت نہ دے۔ قرآن کریم ہی کا ارشاد ہے: "مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ۔"

ترجمہ: "انسان جو بات بھی زبان سے نکالتا ہے اسے (محفوظ رکھنے کے لئے) ایک نگہبان ہر وقت تیار ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ انسان یہ سمجھے کہ جو بات وہ زبان سے نکال رہا ہے وہ فضاء میں تحلیل ہو کر فنا ہو جاتی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ

منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کہیں ریکارڈ ہو رہی ہے اور آخرت میں اس سارے ریکارڈ کا ہر شخص کو جواب دینا ہوگا، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں زبان کو قابو میں رکھنے کی تاکید فرمائی ہے لیکن ان تمام تعلیمات کے برعکس آج کل ہماری زبانیں اتنی بے قابو ہو گئی ہیں کہ ان کے استعمال میں ذمے داری کا تصور ہی باقی نہیں رہا، جو کوئی اڑتی ہوئی بات کہیں سے ہاتھ آگئی اسے تحقیق کے بغیر دوسروں تک پھیلانے اور پہنچانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی جاتی اور لوگ اسے بے دھڑک ایک دوسرے سے اس طرح بیان کرتے چلے جاتے ہیں کہ فضا میں افواہوں کا ایک طرف ہمہ وقت پھرتا ہے۔

یوں تو ہر قسم کی خبر میں احتیاط اور ذمے داری کی ضرورت ہے لیکن جس خبر کے نتیجے میں کسی دوسرے پر کوئی الزام لگتا ہو اس میں تو احتیاط کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے کیونکہ اس سے کسی دوسرے انسان کی عزت و آبرو کا مسئلہ وابستہ ہے اور بلا تحقیق افواہوں کی بنیاد پر کسی انسان کی عزت کو مجروح کرنا صرف جھوٹ ہی نہیں، بہتان بھی ہے اور حقوق العباد میں سے ہونے کی بنا پر اور زیادہ سنگین جرم ہے لیکن ہمارے موجودہ ماحول میں کسی شخص پر کوئی الزام عائد کرنا ایک کھیل بن کر رہ گیا ہے جس میں کسی تحقیق اور ذمے داری کی ضرورت نہیں سمجھی

جاتی، بالخصوص اگر کسی شخص سے ذاتی، جماعتی یا سیاسی اختلاف ہو تو اس کی غیبت کرنا، اس پر بہتان باندھنا اور اسے طرح طرح سے بے آبرو کرنا حلال طیب سمجھا لیا گیا ہے۔

اس صورت حال کے یہ نتائج بدکھلی آنکھوں ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ فضا جھوٹی خبروں سے اتنی آلودہ ہو چکی ہے کہ حقیقت حال کا پتہ لگانا دشوار ہے اور اس کی وجہ سے کسی کو کسی پر اعتبار نہیں رہا، نیز جھوٹ کی اس قدر کثرت نے غلط بیانی اور بہتان طرازی کی برائی دلوں سے نکال دی ہے اور ہر غیر ذمے دار شخص کو یہ حوصلہ ہو گیا ہے کہ وہ بے بنیاد بات دھڑلے سے معاشرے میں پھیلادے اور پھر ایک انتہائی خطرناک بات یہ ہے کہ غلط الزامات کے سیلاب میں حقیقی مجرموں کو بھی فی الجملہ پناہ مل گئی ہے یعنی جو لوگ واقعی خطا کار اور بدعنوان ہیں انہیں بدنامی کا زیادہ خطرہ باقی نہیں رہا اس لئے وہ یہ سوچتے ہیں کہ اگر کوئی خبر ہماری بدعنوانی کے بارے میں اڑی تو اسی طرح مشکوک سمجھی جائے گی جیسے اور بہت سی بے تحقیق باتوں کو سمجھ کر لوگ مشکوک سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں چنانچہ بدعنوان افراد آرام سے بدعنوانیوں میں ملوث رہتے ہیں اور بہت سے بے گناہوں کے دامن پر داغ لگ جاتا ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے ماحول میں غیر ذمے دارانہ باتیں بے حد پھیل گئی ہیں لیکن اس کا علاج بھی دور دور سے اس

والدین کے حقوق

- : مولانا محمد عثمان اشرفی نظامی :-

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ عبادت صرف اسی کی کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو۔ اور ان کے ساتھ نرمی سے بات کرو اور محبت سے ان کے لئے جھک جاؤ۔ اور کہو اے رب ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔ ایک شخص نے دربار رسالت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں، عرض کیا اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا تیری ماں، عرض کیا پھر اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا تیری ماں۔ پھر چوتھی بار آپ نے فرمایا تیرا باپ۔ (بخاری و مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ لوگوں نے کہا: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شریک بنانا، اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کے ستانے کے علاوہ تمام گناہ ایسے ہیں جن میں سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے معاف فرماتا ہے لیکن والدین کو ستانے کا گناہ ایسا ہے کہ اس گناہ کے کرنے والے کو اللہ تعالیٰ موت سے پہلے دنیا ہی میں سزا دیتا ہے۔ تین شخص ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے۔ ان میں سے ایک ماں باپ کا نافرمان بھی ہے۔

ایک انصاری صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ میرے والدین کے موت کے بعد بھی ان کی اطاعت شعاری میں کوئی چیز باقی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! ان کے حق میں رحم و کرم اور مغفرت کی دعا کرنا، ان کے وعدے پورے کرنا، ان کے دوستوں کی عزت کرنا، ان کی بنا پر قائم رشتوں کو جوڑنا، والدین کی موت کے بعد بھی یہ باتیں تیرے ذمہ ہیں۔

قرآنی آیات و احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ اگر والدین کسی برے کام کے کرنے کا حکم دیں تو اس صورت میں ان کی بات نہ مانی جائے گی بلکہ اچھے طریقہ سے انکار کر دیا جائے۔

صورت حال کی مذمت کرتے رہنا نہیں بلکہ ہر برائی کا علاج یہ ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ یہ عزم کر لے کہ دوسرے لوگ خواہ کچھ کرتے ہیں، کم از کم وہ اپنے قول و فعل میں ذمے داری کا مظاہرہ کرے اور بے تحقیق باتوں کو پھیلا کر افواہ طرازی کا مرتکب نہیں ہوگا، ہر شخص کو یہ سوچنا چاہئے کہ وہ اپنے طرز عمل میں تبدیلی لاکر معاشرے سے کم از کم ایک غیر ذمے دار شخص ضرور کم ہو سکتا ہے اور اس کے نتیجے میں کم از کم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھوٹ کے گناہ سے بچا سکتا ہے اور پھر تجربہ یہ ہے کہ جب افراد میں یہ فکر پیدا ہو جاتی ہے تو ایک شخص کا طرز عمل دوسرے کے لئے بھی ایک نمونہ بنتا ہے اور ایسے نمونوں میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوتا جائے تو اسی طرح معاشرہ سدھار کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے۔ آج ہماری ایک اہم ضرورت یہ بھی ہے کہ ہم معاشرتی برائیوں کے رواج عام کو مایوسی کا ذریعہ بنانے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ اس کے بجائے اپنے عمل اور عزم سے بدعنوانی کی تاریکیوں میں امید کی مشعلیں روشن کریں جن سے باعزت اور پاکیزہ زندگی کی طرف بڑھنے کا حوصلہ ابھرے، اس کے بغیر کبھی کوئی قوم ترقی کی منزلیں طے نہیں کر سکتی۔

مولانا عبدالسلام ندوی

حضرت ماہر ابن شریک الشعمی

حضرت عامرؓ کے بعض حکیمانہ مقولہ: فرماتے تھے کہ فقیہ وہ ہے جو خدا کے محارم سے بچتا رہے اور عالم وہ ہے جو خدا کا خوف کرتا ہے، تم لوگ کم استعداد و علماء اور جاہل عبادت گزاروں سے بچتے رہو۔ (شذرات الذہب ج: ۱/۱۲۷)

عادات و خصائل: شععی طبعاً نہایت نرم خو اور حلیم تھے، حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ واللہ شععی بڑے صاحب علم اور بڑے حلیم الطبع تھے۔ (تہذیب التہذیب ج: ۵/۷۶) نرم خویسے تھے کہ کبھی اپنے غلام تک کوند مارتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج: ۱/۷۰) صاحب اور اعزہ شناس تھے، جب ان کا کوئی عزیز قرض چھوڑ کر مر جاتا تھا تو اپنی جیب سے اس کا قرض ادا کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج: ۱/۷۰)

ظرافت و خوش طبعی: علمی کمال کے ساتھ وہ بڑے ظریف، خوش طبع اور بذلہ رخ تھے، کان مزاحم۔ (ابن خلکان ج: ۱/۳۳۲) ظرافت کا مادہ اتنا غالب تھا کہ بات بات میں لطائف پیدا کرتے تھے، ان کے بہت سے لطائف کتابوں میں مذکور ہیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے پوچھا، اٹلیس کی بیوی کا کیا نام ہے؟ جواب دیا میں اس کی شادی میں شریک نہیں ہوا تھا کہ معلوم ہوتا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج: ۱/۲۷) ایک مرتبہ ایک شخص نے حرامی لڑکے کے بارے میں ان کے سامنے تذکرہ کیا کہ تینوں (ماں، باپ اور خود لڑکے) میں سب سے زیادہ شروہی (لڑکا) ہوتا ہے؟ جواب دیا اگر سب میں زیادہ شروہی ہوتا ہے تو اس کے پیٹ میں ہونے کی حالت میں اس کی ماں سنگسار کر دی جاتی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج: ۱/۷۰)

عمر بن سعید کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ شععی سے کہا کہ آپ نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی تھی، وہ اب میرے حافظہ سے جاتی رہی، انہوں نے کہا کچھ بتاؤ تو معلوم ہو، میں نے کہا کچھ بھی یاد نہیں، شععی نے ایک حدیث سنا کر کہا یہ تو نہیں ہے، میں نے کہا نہیں، انہوں نے دوسری بیان کر کے کہا شاید یہ ہو، میں نے کہا یہ بھی نہیں، آخر میں انہوں نے یہ عاشقانہ شعر پڑھ کر کہا ممکن ہے یہ ہو۔ (بن سعد ج: ۶/۲۷۱)

ہنیامریا غیر داء محامر لعزۃ من اعواضنا استحلحت ایک مرتبہ حجاج نے پوچھا کم عطاء وک فی السنۃ سال میں تمہارا وظیفہ کتنا ہے؟ (زبان کے لحاظ سے موقع پر فی السنۃ کہنا درست نہیں) اس لئے شععی نے بھی غلط جواب دیا الفین (دو ہزار) حالانکہ الفین کے بجائے الفان کہنا چاہئے، اس ٹوکنے پر حجاج نے اپنی غلطی محسوس کر کے فوراً صحیح کی، کم عطاء وک تمہارا وظیفہ کتنا ہے؟ اس وقت شععی نے بھی صحیح جواب دیا الفان حجاج نے کہا پہلے تم نے عربی میں کیوں غلطی کی؟ جواب دیا، امیر نے غلطی کی تھی، جب امیر نے صحیح کہا تو میں نے بھی صحیح کر لی، میری یہ مجال نہ تھی کہ امیر تو غلط بولیں اور میں صحیح بولوں۔ (ابن خلکان ج: ۱/۳۳۲) ایک مرتبہ ایک شخص ان کے گھر ان سے ملنے گیا، گھر میں میاں بیوی دونوں تھے۔ (شععی خلقۃ نہایت کمزور اور پست قامت تھے) اس لئے آنے والے نے مذاق سے پوچھا شععی ان میں سے کون ہے، شععی نے بیوی کی طرف اشارہ کر دیا۔

(ابن خلکان ج: ۱/۳۳۲) ایک مرتبہ ایک درزی سے مذاقاً پوچھا میرے پاس ایک ٹوٹا ہوا دانہ ہے اس کو سی سکتے ہو؟ درزی بھی حاضر جواب تھا، بولا اگر آپ کے پاس ہوا کا دھاگا ہو تو سی دوں گا۔ (شذرات الذہب ج: ۱/۷۲۱) ایک مرتبہ ایک نصرانی کو السلام علیکم و

رحمۃ اللہ، اسلامی سلام کیا، ایک شخص نے اعتراض کیا، شععی نے جواب دیا کہ اگر اس پر اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو وہ ہلاک ہو گیا ہوتا۔ (تذکرۃ الحفاظ - ج: ۱/۲۷) (اس لئے میں نے رحمۃ اللہ کہنے میں کیا غلطی کی)۔

(بن سعد - ج: ۶/۷۷۱) ایک اہم سفارت: ان کے فہم و تدبر کی وجہ سے خود عبدالملک بعض اہم خدمات ان کے متعلق کرتا تھا اور بڑی سفارتوں میں ان کو بھیجتا تھا، خود شععی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک نے مجھ کو ایک سفارت میں قیصر روم کے پاس بھیجا، قیصر نے مجھ سے جس قدر سوالات کئے میں نے سب کے شافی جواب دیئے، عموماً وہاں سفراء کے زیادہ دنوں تک ٹھہرنا دستور نہ تھا لیکن اس نے مجھ کو بہت دنوں تک روک رکھا، یہاں تک کہ میں گھبرا کر لوٹنے کے لئے آمادہ ہو گیا، اس وقت اس نے مجھ سے پوچھا کیا تم شاہی گھرانے سے ہو، میں نے کہا نہیں، بلکہ عام عربوں میں سے ہوں، یہ سن کر اس نے زیر لب کچھ کہا اور ایک رقعہ مجھے دیا کہ اپنے بادشاہ کو میرے پیغامات پہنچانے کے بعد یہ رقعہ دے دینا، میں نے واپس ہو کر پیامات تو پہنچادیئے مگر رقعہ دینا بھول گیا، دارالخلافہ سے نکلنے وقت رقعہ یاد آیا، میں نے واپس جا کر اس کو عبدالملک کے حوالہ کیا، اس نے رقعہ پڑھ کر مجھ سے پوچھا قیصر نے رقعہ دینے سے پہلے تم سے کچھ کہا بھی تھا، میں نے کہا ہاں اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا تم شاہی خاندان سے ہو، میں نے جواب دیا نہیں میں عام عربوں میں سے ہوں، یہ کہہ کر میں واپس ہو گیا، دروازہ تک پہنچا تھا کہ عبدالملک نے پھر بلا لیا اور پوچھا تم کو رقعہ کا مضمون معلوم ہے میں نے کہا نہیں، اس نے

پڑھنے کو کہا، میں نے اسے پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ ”مجھے اس قوم پر حیرت ہوتی ہے کہ ایسے شخص کے ہوتے ہوئے اس نے ایک دوسرے شخص کو بادشاہ کیسے بتایا؟“ یہ تحریر پڑھ کر میں نے عبدالملک سے کہا، خدا کی قسم اگر مجھے پہلے سے اس مضمون کا علم ہوتا تو میں کبھی اسے نہ لاتا، اس نے ایسا اس لئے لکھا کہ آپ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، عبدالملک نے مجھ سے پوچھا تم سمجھے اس لکھنے کا مقصد کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں، عبدالملک نے کہا مجھے تمہارے خلاف بھڑکا کر تمہارے قتل پر آمادہ کرنا چاہا ہے، قیصر کو عبدالملک کا یہ قیاس معلوم ہوا تو اس نے کہا واقعی میرا یہی مقصد تھا۔

(ابن خلکان - ج: ۱/۳۳۲)

حجاج اور عبدالملک کی مخالفت: لیکن اموی حکومت کے ساتھ ان کے یہ روابط زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکے، ابن اشعث کے ہنگامہ کے زمانہ میں شععی نے حجاج اور عبدالملک کی مخالفت کے زمانہ میں ابن اشعث کا ساتھ دیا، اس واقعہ کے متعلق ان کا بیان ہے کہ حجاج نے مجھ کو میری قوم کا عریف اور پورے ہمدان کا معتمد بنایا اور وظیفہ مقرر کیا تھا، ابن اشعث کے ہنگامے تک اس کے یہاں میری قدر و منزلت قائم رہی، ابن اشعث کے انقلاب میں کوفہ کے قاریوں نے آ کر مجھ سے کہا کہ آپ قاریوں کے زعمیم ہیں، اس لئے ہمارا ساتھ دیجئے اور اتنا اصرار کیا کہ مجھے مجبوراً ان کے

ساتھ ہو کر حجاج کے عیوب بیان کر کے لوگوں کو ان کے خلاف ابھارتا تھا۔

(تذکرۃ الحفاظ - ج: ۱/۳۷۱)

شکست اور روپوشی: دیر جمہاجم کے معرکہ میں ابن اشعث کو فاش شکست ہوئی اور اس کی قوت پارہ پارہ ہو گئی، اس وقت شععی روپوش ہو گئے، ایک روایت یہ ہے کہ وہ حجاج کی سفاکیوں کے خوف سے نو مہینہ تک اپنے گھر کے دروازے بند کئے بیٹھے رہے، نو مہینہ کے بعد قتیبہ بن مسلم نے خراسان پر فوج کشی کا ارادہ کیا اور لوگوں کو اس میں شرکت کی ترغیب دینے کے لئے اعلان کر دیا کہ جو شخص فوج میں بھرتی ہو جائے گا، اس کی گزشتہ خطائیں معاف کر دی جائیں گی، اس اعلان پر شععی فوج میں شامل ہو گئے اور فرغانہ پہنچے، قتیبہ انہیں پہچانتا نہ تھا، ایک دن وہ مجلس عام میں بیٹھا ہوا تھا، شععی نے اپنی علمی خدمات اس کے سامنے پیش کیں کہ مجھے علم و فن میں درک ہے، قتیبہ نے پوچھا تم کون ہو؟ وہ اگرچہ انہیں پہچانتا نہ تھا لیکن نام سے واقف تھا، اس لئے شععی نے کہا یہ نہ پوچھو، قتیبہ نے بھی زیادہ اصرار نہیں کیا، اس کو حجاج کے اس فتوحات کی اطلاع بھیجی تھی، اس نے ان کو مسودہ لکھنے کا حکم دیا، انہوں نے اسی وقت لکھ دیا، قتیبہ نے اس تحریر کو بہت پسند کیا اور اس کے صلہ میں ان کو ایک خچر اور حریر کا ایک حلہ دیا، اس کے بعد شععی بڑی قدر و منزلت کے ساتھ رہنے لگے، رات کو قتیبہ انہیں اپنے

ساتھ دسترخوان پر کھلاتا تھا۔ جاکر اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے معذرت پیش کرو، میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم مجھے جس چیز کا شاہد بناؤ گے میں تمہاری صفائی میں گواہی دوں۔

رہائی: شععی نے اس مشورہ پر عمل کیا اور ایک دن دفعتاً حجاج کے سامنے پہنچ گئے، اس نے دیکھتے ہی کہا اھاہ شععی ہیں، پھر ان کے سامنے اپنے تمام احسانات جو ان پر کئے گئے تھے گنائے، یہ ہر احسان کا اقرار کرتے جاتے تھے، آخر میں حجاج نے پوچھا تم نے عدوالرحمن (عبدالرحمن بن اشعث) کا ساتھ کیوں دیا؟ شععی نے اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے ندامت ظاہر کی، ان کے اعتراف اور انفعال پر حجاج نے ان کی خطا معاف کر دی۔ (ابن سعد - ج: ۶/۵۷)

قضائے: عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں کوفہ کے منصب قضائے پر مامور ہوئے۔ (ابن سعد - ج: ۶/۳۷۱) وفات: باختلاف روایت ۱۰۳ھ یا ۱۰۴ھ میں دفعتاً انتقال کیا، انتقال کے وقت ستمبر (۷۷) سال کی عمر تھی۔ (ابن سعد - ج: ۶/۸۷۱) لیکن ستمبر سال کی عمر صحیح نہیں معلوم ہوتی، اس لئے کہ وہ جولاء کے سال یعنی ۱۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳ھ میں انتقال ہوا، اس حساب سے ستمبر سال سے کچھ اور عمر رہی ہوگی۔ توام (جزواں) پیدا ہوئے تھے، اس لئے خلقت نہایت کمزور اور نحیف تھے۔

اسلامی پردہ اور مغربی معاشرے کا تقصیر

مغربی معاشرے میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد زندگی بسر کرتی ہے اور ان میں سے اکثر مسلمانوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی اسلام کے زریں اصولوں کے مطابق گزاریں، لیکن اس بارے میں سب سے بڑی رکاوٹ مغربی حکومتوں کا تقصیر پر مبنی رویہ ہے۔ اہم اسلامی احکامات میں سے ایک عورتوں کا پردہ یا حجاب ہے۔ پردہ عورت کو پابند اور اس کی آزادی سلب کرنے کے لئے نہیں ہے، بلکہ اسلام نے عورت کے تحفظ اور سلامتی کے لئے اسے ضروری قرار دیا ہے۔

فرانس میں ایک مسلمان خاتون پر ایک پولیس آفیسر نے صرف اس لئے ۲۲ یورو جرمانہ لگایا کہ وہ حجاب کے ساتھ ڈرائیونگ کر رہی تھی اور افسر کے خیال میں حجاب میں وہ کر ڈرائیونگ کرنا روڈ سیفٹی ایکٹ کی خلاف ورزی ہے، یعنی محفوظ ڈرائیونگ نہیں کی جاسکتی۔ ایک دوسرا واقعہ بلجیم کے پارلیمان میں حجاب کے بارے میں مل پیش کرنے کا

ہے، جس کے مطابق پارلیمانی ارکان اس نکتے پر بحث کر رہے ہیں کہ عوامی مقامات مثلاً پارک، اسپتال، دفاتر اور کاروباری اداروں وغیرہ میں چہرے کے حجاب پر پابندی لگائی جائے کہ نہیں؟

ان دو واقعات کو سامنے رکھ کر ہم اس مسئلے کے پس منظر میں جانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مغربی معاشرہ آخر کیوں پردے کے پیچھے پڑا ہوا ہے؟ نیز ان مسلمانوں کے احساسات اور جذبات کا تجزیہ جن کا واسطہ اس مسئلے سے براہ راست مغربی معاشرے میں پڑتا ہے۔

ویسے تو کئی دہائیوں سے مسلمان خواتین کے پردے پر یہ اعتراض کیا جاتا رہا کہ اسلام نے عورتوں کے حقوق چھین لئے ہیں، مسلمان عورتیں کھلے منہ اور بے پردہ گھوم پھر نہیں سکتیں اور یہ پردہ جبری اور ان کی مرضی کے خلاف مسلط کیا گیا ہے، لیکن جب خود مسلمان خواتین کی طرف سے اس کے حق میں آواز اٹھائی گئی تو معتزین وقتی طور پر شندے پڑ گئے۔ اب ایک نئے سرے سے حجاب کے خلاف ایک نئی مہم

شروع ہو گئی ہے کہ پردہ (جسے میڈیا کبھی حجاب اور کبھی نقاب کے نام سے بھی یاد کرتا ہے) سماجی میل جول میں رکاوٹ ہے بلجیم کی پارلیمنٹ میں جو قانون حالیہ دنوں میں زیر بحث ہے، کے بارے میں ایک رکن اسٹیفن وین ہیک نے کہا کہ ”اگر ہم اور آپ برسز (بلجیم کا دار الحکومت) میں موجود مختلف کمیونٹی کے درمیان بہتر میل جول اور تعلق چاہتے ہیں تو یہ ضروری ہے کہ بات چیت کے وقت ایک دوسرے کو دیکھ بھی سکیں۔“ آپ نے مسٹر ہیک کے بیان میں سماجی میل جول کا رکاوٹ کا مفہوم تلاش کر لیا ہوگا، اگر نہیں تو ایک بار پھر ان کی رائے پڑھ لیں۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھے بغیر بہتر تعلق اور میل جول کے قائل نہیں ہیں۔ فرانس کی پارلیمانی کمیٹی نے بھی رواں سال جنوری میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ اسپتالوں، پبلک ٹرانسپورٹ اور دوسرے عوامی مقامات میں چہرے کے حجاب پر پابندی لگادی جائے اور خلاف ورزی کرنے والوں کی فرانسیسی شہریت ختم اور جلاوطن کئے جائیں۔ یاد رہے کہ فرانس میں پابندی کی حمایت کرنے والے صرف چہرے کے حجاب کے خلاف ہیں۔ سوائے چہرے کے باقی جسم کے ڈھانپنے پر ان کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر فرانس میں یہ قانون سازی ہوئی تو ساڑھے چھ کروڑ خواتین میں سے صرف انیس سو کی خواہش پر پابندی لگ جائے گی، کیونکہ پورے فرانس کی کل آبادی میں مسلمانوں کو یہی تعداد اپنی مرضی سے چہرے

کا پردہ کرنا چاہتی ہے اور دینی احکامات کے مطابق لباس پہننا پسند کرتی ہے۔

فرانس کے ذرائع ابلاغ میں پردے کے خلاف یہ بات زور و شور سے کہی جا رہی ہے کہ مرد باپردہ خواتین کو پردے کے لئے مجبور کرتے ہیں، لیکن حیران کن امر یہ ہے کہ پورے فرانس میں ایک بھی عورت نے اب تک یہ شکایت درج نہیں کی کہ مجھ پر میرا شوہر یا خاندان کا کوئی دوسرا مرد حجاب زبردستی مسلط کر رہا ہے۔ اگر فرانسیسی حکومت اس طرح کی شکایت کے بعد یہ مداخلت کرتی تو اسے بجا قرار دیا جاتا، لیکن یہ مداخلت بے جا ہے، کیونکہ فرانسیسی ذرائع ابلاغ میں مسلم خواتین کے پردے کے حق میں آواز اٹھانے والے حلقوں کی طرف سے دو واقعات بھی اس ضمن میں پیش کئے گئے ہیں کہ ”جب افغانستان میں طالبان نے خواتین پر پابندیاں عائد کر دیں تو ان پابندیوں کے خلاف پہلی آواز خود افغان خواتین نے بلند کی اور افغانستان میں جارحیت کا ایک اہم سبب امریکی حکومت نے یہی بتایا۔ دوسرا واقعہ ایرانی حکومت کا ہے کہ حجاب اور چادر کے خلاف ایرانی لڑکیاں اور عورتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔“ ان مذکورہ دونوں واقعات کا حقیقت سے کتنا تعلق ہے؟

اس سے قطع نظر لیکن استدلال کے لحاظ سے ان حلقوں کی اس بات میں بڑا وزن ہے کہ فرانسیسی مسلمان عورتوں نے حجاب کے خلاف کسی قسم کی صدائے احتجاج بلند نہیں کی کہ انہیں پردے پر مجبور کیا جا رہا ہے اور حکومت کو

چاہئے کہ وہ اس کے خلاف قانون سازی کر کے قدم اٹھائے۔ اس لئے فرانسیسی حکومت کی حجاب پر پابندی کے بارے میں قانون سازی انیس سو کی تعداد میں مسلمان خواتین کی مرضی کے مطابق نہیں، بلکہ ان کی خواہش کا گلا گھونٹنے کے مترادف ہے۔

فرانس میں پیدا ہونے والی چھتیس سالہ کرسٹیل کھدروش پیرس کے مضافات میں رہائش رکھتی ہیں۔ اس نے ابلاغ عامہ کی تعلیم بھی حاصل کی ہے، ایک الجیریائی مسلمان کی زوجہ ہیں، پانچ بچوں کی ماں اور نو مسلمہ ہیں۔

ان سے جب میڈیا والوں نے پوچھا کہ فرانس میں پردے کو سماجی میل جول میں رکاوٹ قرار دیا جاتا ہے، کیونکہ انسان ایک دوسرے کو چہرے سے پہچانتے ہیں اور چہرہ ہی ایک دوسرے کو سمجھنے اور تعلق کا بنیادی ذریعہ ہے۔ تو کھدروش نے جواب دیا کہ میں گھر سے باہر نکلتے وقت پردہ کرتی ہوں اور مجھے پردہ کرتے ہوئے بارہ سال ہو گئے، کیا میرا لوگوں سے میل جول نہیں ہے؟ اگر آپ چہرہ دیکھے بغیر تعلق قائم کرنے کا تصور نہیں کر سکتے تو میں آپ سے اتفاق نہیں کرتی۔

میں اگر ٹیلی فون پر مسکراؤں گی تو میری مسکراہٹ کی آواز دوسرے کو سنائی دے گی؟ میرے انسانی رابطے اسی طرح جاری و ساری ہیں جس طرح کھلے چہرے والی خواتین اپنی ضروریات کے لئے کرتی ہیں۔ محض کپڑے کا یہ کلوا (نقاب) ان میں رکاوٹ نہیں بن سکتا اور نہ اس برقعے نے کسی قسم کی تبدیلی پیدا کی ہے۔

درج بالا حقائق کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ بخوبی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ فرانسیسی اور بلجیمن حکومتوں کی طرح پوری مغربی سوسائٹی مسلمانوں کی دینی روایات کے خلاف تقصیر پر مبنی ایک منظم مہم چلا رہی ہے۔ ان کی یہ مہم حجاب کے اس مسئلے پر ختم نہیں ہوگی، بلکہ مسلمانوں کی دیگر دینی روایات کو بھی نشانہ بنایا جائے گا۔ ہمارے اس دعوے کی سچائی کا اندازہ آپ کو مشہور سعودی روزنامے الوطن کی اس رپورٹ سے ہو جائے گا جس میں بلجیم کے وزیر قانون ’اسٹیفنڈی کلارک‘ کو موصول ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق ”ایک مسلمان قیدی کو جیل میں اظہار کفر اور پیغمبر پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر مجبور کیا جاتا رہا ہے۔ بلجیمن جیلخانہ جات کے اہلکاروں کا یہ رسوا کن اور بے شرمانہ رویہ برسز کے قریب فارسٹ جیل میں روا رکھا جاتا ہے۔ اگرچہ اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ رویہ ۲۲ ستمبر سے ۲۰ اکتوبر کے دوران روا رکھا جاتا رہا ہے، مگر اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ بلجیم میں یہ رویہ معمول کے مطابق ہے اور مسلم قیدیوں کو عام طور پر اظہار کفر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر مجبور کیا جاتا ہے۔ الوطن کے مطابق بلجیمن جیلوں سے فاش ہونے والی یہ رسوائیاں وحشیانہ پن کے لحاظ سے عراق کی ابوغریب جیل سے کسی بھی طور کم نہیں، بلکہ شدت کے لحاظ سے ابوغریب جیل میں امریکیوں کے وحشیانہ طرز سلوک سے کہیں بڑھ کر ہیں۔“

عید الفطر احکام و فضائل

عربی زبان میں ہر ایک مکرر آنے والی کیفیت کو خواہ وہ خوش ہو یا غم عید کہتے ہیں عرف عام میں یہ خوشی کے دن سے مخصوص کر لیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی نماز عید ۲ھ میں (عید الفطر) ادا کی اور پھر اسے کبھی ترک نہیں فرمایا، لہذا یہ واجب ہے اور بعض علماء احناف کے نزدیک سنت موکدہ ہے۔ عید الفطر کے دن کی اہمیت و فضیلت پر بے شمار احادیث موجود ہیں۔ چند احادیث ذکر کئے جاتے ہیں پھر عید الفطر کے احکام و مسائل ذکر کئے جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ اپنی عیدوں کو تکبیروں سے زینت بخشو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس شخص نے عید کے دن تین سو مرتبہ سبحان اللہ و بچمہ پڑھا اور مسلمان متوفی رحوں کو اس کا ثواب ہدیہ کیا تو ہر مسلمان کی قبر میں ایک ہزار انوار داخل ہوتے ہیں، اور جب وہ

مرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں ایک ہزار انوار داخل فرمائے گا۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص ثواب کی نیت کر کے دونوں عیدوں میں جاگے اور عبادت میں مشغول رہے اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن سب کے دل مرجائیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے۔ پیغمبر اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے بارے میں فرمایا "یوم اکل و شرب و بعال" آج کا یہ دن کھانے پینے اور ازدواجی مسرتوں کا ہے۔ آج کوئی شخص انتہائی پرہیزگاری دکھانے کے لئے روزہ رکھنا چاہئے تو شریعت میں اس کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اور یہ روزہ حرام ہوگا جس کا توڑنا ضروری ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج خدا کی طرف سے بندوں کی

دعوت ہے۔ آج کھانا پینا اور جنسی تعلق ہی عین منشاء الہی ہے۔ عید کے دن مسنون اعمال غسل کرنا، مسواک کرنا، جو کپڑے خدانے ہمیں دیئے ہیں ان میں سب سے اچھے کپڑی پہننا، خوشبو لگانا، عید کی نماز کو جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا (خصوصاً کھجور) صدقہ فطر ادا کر کے عید گاہ جانا، عید کی نماز عید گاہ میں پڑھنا، عید گاہ تک پیدل جانا (اگر عید گاہ دور ہو تو سواری کی بھی اجازت ہے) ایک رات سے جانا دوسرے سے واپس آنا، آہستہ آہستہ تکبیر کہتے ہوئے جانا، عید کی نماز سے پہلے گھریا عید گاہ میں کوئی نفل نماز نہ پڑھنا گھر آ کر پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔

عید الفطر کے چند اہم مسائل

عورتوں، بچوں، معذوروں اور مسافروں پر عیدین کی نماز واجب نہیں، ہاں یہ لوگ نماز کے وقت عید گاہ میں حاضر ہوں تو نماز پڑھ سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کی نماز ہمیشہ آبادی سے باہر (عید گاہ) میں ادا فرمائی ہے۔ اس لئے بلا عذر شرعی عید گاہ کی حاضری سے پہلو تہی کرنا بڑی محرومی کی بات ہے۔

نماز عیدین کے لئے جمعہ کی طرح شہر یا بڑا گاؤں ہونا ضروری ہے چھوٹے گاؤں

اور پر وہ میں نماز عید درست نہیں۔

نماز عید کا وقت

عید کی نماز کا وقت آفتاب بلند ہونے کے بعد سے زوال سے قبل تک ہے، لیکن عید الفطر میں تاخیر اور عید الاضحیٰ میں تعجیل (جلدی کرنا) مسنون ہے۔

طریقہ نماز عید

نماز عید کی ہر رکعت میں تین زائد تکبیریں ہیں، پہلی رکعت میں نیت کر کے ہاتھ کانوں تک اٹھا کر تکبیر تحریرہ کہتے ہوئے ہاتھ باندھ لے، پھر ثناء پڑھے، اس کے بعد تین تکبیریں کہے، پہلی دو تکبیروں میں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دے، تیسری تکبیر میں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھ لے۔ دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے تین مرتبہ تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دے اور چوتھی مرتبہ ہاتھ اٹھائے بغیر تکبیر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے۔

خطبہ عید

عید میں جو خطبہ پڑھا جاتا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی سنت ہے اگر کسی کو خطیب کی آواز نہ پہنچے تو اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ آخر تک باادب بیٹھے۔ خطبہ کے بعد دعا ثابت نہیں بلکہ نماز کے بعد ہی دعا کر لیں۔

شوال کے چھ روزے

عید الفطر کے بعد ماہ شوال کے چھ روزے رمضان کے فرض روزوں کے بعد ایسے ہیں جیسے فرض نماز کے بعد سنتیں اور نوافل۔ حدیث شریف میں ہے جس نے رمضان کے روزے رکھے اور عید کے بعد چھ روزے رکھے تو اس نے گویا ہمیشہ پچھلے سال روزے رکھے۔ یہ چھ روزے عید کے بعد ترتیب فار بھی رکھ سکتے ہیں اور ماہ شوال میں متفرق طور پر بھی۔

عیدین کی نماز میں عورتوں کی شرکت عورتوں پر عیدین کی نماز واجب نہیں ہے، جہاں تک جواری کی بات ہے، تو اگر عورتیں مردوں کے ساتھ عیدین کی نماز پڑھتی ہیں، تو نماز درست ہو جائے گی، کیونکہ احادیث میں ہے کہ عہد نبوی میں عورتیں عیدین کی نماز میں شرکت کرتی تھیں لیکن عہد صحابہ ہی میں جب فتنے سر اٹھانے لگے تو صحابہ کرام کی رائے بدلنے لگی اور پنجگانہ نمازوں میں خواتین کی شرکت کو ناپسند کرنے لگے چنانچہ حضرت عائشہ سے روایت ہے۔ لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن والمسجد كما منعت نساء بنی اسرائیل۔ (بخاری)

”آج کل عورتوں میں جوئی باتیں پیدا ہو گئی ہیں، رسول اگر انہیں دیکھ لیتے تو انہیں

مسجد میں آنے سے روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔“ آج کل تو فتنہ ہر سمت اور ہر موڑ پر موجود ہے، اس لئے موجودہ دور میں دبستان فقہ میں عیدین کے لئے عورتوں کا نکلنا مکروہ ہے۔ (رمضان کے شرعی احکام صفحہ ۴۳۹)

عیدین کی نماز مسجد میں

عام حالات میں عید گاہ ہی میں عیدین کی ادا کی مسنون ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک عید گاہ میں پڑھنے کا رہا ہے۔ البتہ بارش یا کسی اور عذر کی وجہ سے مسجد میں بھی ادا کی جاسکتی ہے چنانچہ خود آپ نے بارش کی وجہ سے عید گاہ کے بجائے مسجد میں نماز ادا فرمائی ہے۔ ”حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن بارش ہونے لگی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو عید کی نماز مسجد نبوی میں پڑھائی۔ (ابوداؤد)

عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ اور معانقہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:-

بے شک شرعی مصافحہ اور معانقہ کا وقت شروع ملاقات کا وقت ہے۔ لوگ بلا مصافحہ ملتے ہیں، علمی باتیں کرتے ہیں۔ پھر جب پڑھتے ہیں۔ اس وقت مصافحہ کرتے ہیں یہ کہاں کی سنت ہے؟ (بقیہ صفحہ ۲۳ پر)

جنت میں دودھ، پانی، شہد اور شراب کے سمندر ہیں

والی دودھ کی نہریں اور شراب نہ ہونے والے شفاف پانی کی نہریں اور طرح طرح کے میوے جات، عجیب و غریب بے مثل و بالکل تازہ اور پاک صاف بیویاں جو صالحین کو ملیں گی اور خود بھی صالحات ہوں گی، دنیا کی لذتوں کی طرح ان سے لذتیں اٹھائیں گے وہاں بال بچے نہ ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ خیال کرنا کہ جنت کی نہریں بھی دنیا کی نہروں کی طرح کھدی ہوئی زمین میں اور گڑھوں میں بہتی ہیں۔ نہیں نہیں قسم خدا کی وہ صاف زمین پر یکساں جاری ہیں ان کے کنارے کنارے لؤلؤ اور موتیوں کے خیمے ہیں، ان کی مٹی مشک خالص ہے، وہاں ان کے لئے ہر طرح کے میوے اور پھول پھل ہیں، جیسے اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یدعون فیہا بکل فاکھة آمنین" (سورۃ الذحان، آیت: ۵۵) یعنی وہاں نہایت امن و امان کے ساتھ ہر قسم کے میوے وہ منگوائیں گے اور کھائیں گے اور آیت میں ہے: "فیہما من کل فاکھة زوجن" (سورۃ الرحمن، آیت: ۵۲) دونوں جنتوں میں ہر قسم کے میووں کے جوڑے ہیں۔ ان تمام نعمتوں کے ساتھ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رب خوش ہے وہ اپنی مغفرت ان کے لئے حلال کر چکا ہے، انہیں نواز چکا ہے، اور ان سے راضی ہو چکا ہے اب کوئی کھٹکا ہی نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۵/۱۰۲، ۱۰۳)

صاف ہیں اور خوشبودار اور ذائقہ تو کہنا ہی کیا ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ یہ شہد بھی مکھیوں کے پیٹ سے نہیں۔ مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جنت میں دودھ، پانی، شہد اور شراب کے سمندر ہیں جن میں سے ان کی نہریں اور چشمے جاری ہوتے ہیں۔ یہ حدیث ترمذی میں ہے اور امام ترمذی اسے حسن صحیح فرماتے ہیں۔ ابن مردویہ کی حدیث میں ہے کہ نہریں جنت عدن سے نکلتی ہیں پھر ایک حوض میں آتی ہیں وہاں سے بذریعہ اور نہروں کے تمام جنتوں میں جاتی ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو وہ سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ جنت ہے اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں اور اس کے اوپر رحمن کا عرش ہے۔ طبرانی میں ہے حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وفد میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جنت میں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صاف شہد کی نہریں اور بغیر نشے کے سردرد نہ کرنے والی شراب کی نہریں اور نہ بگڑنے

جنت میں پانی کے چشمے ہیں جو کبھی بگڑتے نہیں، متغیر نہیں ہوتے سڑتے نہیں، نہ بدبو پیدا ہوتی ہے، بہت صاف موتی جیسے ہیں کوئی گدلا پن نہیں کوڑا کرکٹ نہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنتی نہریں مشک کے پہاڑوں سے نکلتی ہیں۔ اس میں پانی کے علاوہ دودھ کی نہریں بھی ہیں جس کا مزہ کبھی بدلتا نہیں، بہت سفید بہت میٹھا اور نہایت صاف و شفاف اور با مزہ پر ذائقہ۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ یہ دودھ جانوروں کے تھن سے نکلا ہوا نہیں بلکہ قدرتی ہے۔ اور نہریں ہوں گی شراب صفا کی جو پینے والے کا دل خوش کر دیں، دماغ کشادہ کریں جو شراب نہ تو بدبودار ہے نہ تخی والی نہ بد منظر ہے۔ بلکہ دیکھنے میں بہت اچھی پینے میں لذیذ نہایت خوشبودار جس سے نہ عقل میں فتور آئے نہ دماغ میں چکر آئیں نہ بے تکلیف نہ بھٹکیں نہ نشہ چڑھے نہ عقل جائے۔ حدیث میں ہے کہ یہ شراب بھی کسی کے ہاتھوں سے کشید کی ہوئی نہیں بلکہ خدا کے حکم سے تیار ہوئی ہے۔ خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہے۔ جنت میں شہد کی نہریں بھی ہیں جو بہت

قاضی سراج نعمانی، نوشہرہ

حضرت عبداللہ بن مسعود

حضرت ابن مسعود بھی اس وقت وہاں موجود تھے۔ اس طرح ناسخ، منسوخ اور تبدیلی وغیرہ سے مکمل آگاہ رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا دعویٰ تھا کہ قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت نہیں جس کے بارے میں میں یہ نہ جانتا ہوں کہ یہ کس بات میں اتری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کو یہ بات پسند ہو کہ قرآن مجید اسی تازگی سے پڑھے جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ ابن ام عبد کی قرأت سے پڑھے۔ دوسرے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار صحابہ کرامؓ سے قرآن مجید سیکھنے کا حکم دیا۔ (چار اماموں کی تقلید پر اعتراض کرنے والے اس نکتہ پر غور کریں) ان میں پہلا نام حضرت ابن مسعود کا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تمسکو بعهد ابن ام عبد حضرت ابن مسعود کی ہدایت و حکم کو مضبوطی سے پکڑو۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ میں تم لوگوں میں کب تک باقی ہوں، تمہیں ان لوگوں کی پیروی کرنی ہوگی جو میرے بعد ہیں۔ یہ فرما کر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔ (بقیہ صفحہ ۲۹ پر)

کی ہو کر رہ گئی۔ یہ معجزہ دیکھ کر میں مسلمان ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی علمنی یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تعلیم دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست شفقت میرے سر پر پھیرا اور فرمایا: "بارک اللہ فیك فانك معلم" اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے، تجھے اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے۔ (مختصر از سیرت المصطفیٰ - ج ۱/ ص ۱۵۹)

چنانچہ مسلمان ہوتے ہی انہیں قرآن مجید کا معلم مقرر کر دیا گیا۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی خانہ کعبہ میں کفار قریش کو سورۃ الرحمن سنائی، جس کے جواب میں کفار کی طرف سے سخت اذیت دی گئی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ قرآن مجید کی ستر سورتیں حفظ کی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرآن مجید پڑھوا کر سنا کرتے تھے۔ حیات اقدس کے آخری سال میں جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رمضان المبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مرتبہ قرآن مجید سنایا تو

تقریباً بیس سال کی عمر تھی کہ ابن مسعود مسلمان ہوئے۔ ان سے پہلے صرف پانچ افراد مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ اپنے اسلام لانے کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ریوڑ کے قریب سے گزرے، ان کے ہمراہ حضرت ابو بکرؓ بھی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟ میں نے کہا، میں امین (امانت دار اور چوکیدار) ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بغیر دودھ والی کوئی بکری ہو تو وہ لاؤ۔ میں نے ایک بغیر دودھ والی بکری پیش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھنوں پر اپنا دست مبارک رکھا اور دودھ دوہا۔ پہلے ابو بکرؓ کو اور پھر مجھے دودھ پلایا۔ جس سے ہم دونوں سیراب ہو گئے، اس کے بعد تھن کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ اقلص رک جا۔ یہ فرماتے ہی بکری پھر سے بے دودھ

اف! یہ کیسی شادی

باپ، بھائی، بہن اور دیگر اعزہ و احباب سے بھی نہیں ملے گا، یہ زن مرید شوہر اس پر تیار ہو گیا، لیکن اچانک ماں کی بیماری کی وجہ سے وہ اپنی ماں سے ملنے گھر آ گیا، اب بیوی نے اس پر دایلا شروع کر دیا اور طلاق کا مطالبہ کرنے لگی، عاجز اور پریشان شوہر نے بیوی کو طلاق دے دی اور دس ماہ کے اندر نکاح، شادی اور طلاق سب کچھ ہو گیا۔ بیان کرنے والے یہ پوری داستان بیان کر رہے تھے اور میرے ذہن میں اسی شہر سہانپور کی صدیوں پرانی نہیں، بلکہ صرف اتالی (۷۹) سال پہلے کی ایک شادی کا منظر ابھر رہا تھا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ کے سادہ لیکن پرکشش انداز بیان میں ملاحظہ فرمائیں:

حسب معمول مدرسہ مظاہر العلوم کے سالانہ جلسہ کے لئے مورخہ ۲۲ محرم ۱۳۵۲ھ مغرب کے قریب چچا جان نور اللہ مرقدہ (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب) تشریف لائے اور فرمایا کہ ہمارے یہاں میوات کے جلسوں میں نکاحوں کا دستور پڑ گیا ہے، کل کے جلسہ میں حضرت مدنی سے یوسف و انعام کا نکاح پڑھوادوں؟ میں نے کہا شوق سے، مجھ سے کیا پوچھنا، عشاء کی نماز کے کچھ دیر بعد میں نے اہلیہ مرحومہ اور دونوں بچیوں کے کان میں ڈال دیا کہ چچا جان کا ارادہ یہ ہے کہ دونوں بچیوں کا نکاح پڑھوادیں، میری اہلیہ نے دبے لفظوں میں

رہے اس لئے اس کا مزید مطالبہ ہوا کہ ابھی شادی کو صرف دو ہی مہینے ہوئے ہیں، ذرا تاج محل آگرہ، جو کہ محبت کی نشانی ہے، شادی کے بعد جوڑے کا وہاں جانا ہماری سوسائٹی اور تہذیب کا حصہ ہے، ضرور چلا جائے، شوہر جو اپنے مقدور سے زیادہ اخراجات سے گراں بار ہو چکا تھا، بیوی کی دلجوئی کے لئے مزید قرض لے کر اس کے لئے بھی تیار ہو گیا، خیر وہاں سے واپس ہوئی، پھر مزید تفریحات اور سیاحتی مقامات کی سیر کا پروگرام بنا رہا اور شوہر اپنی جھوٹی شان باقی رکھنے کے لئے بیوی کی دلداری کے لئے مالی اعتبار سے گراں بار ہوتا رہا ہے، ایک ماہ پہلے شوہر نے عاجز آ کر مزید تفریحات پر بیوی کو لے جانے سے انکار کر دیا، لڑکی ناراض ہو گئی اور میکے چلی گئی، پھر کچھ لوگوں نے صلح صفائی کرادی اور بات اس پر طے ہوئی کہ شوہر اب اپنے گھر کے بجائے سسرال ہی میں رہے گا، بیوی نے اپنی امیرانہ شان دکھاتے ہوئے یہ شرط رکھ دی کہ شوہر اب اپنے گھر والوں، ماں

ایک دوست نے بیان کیا کہ شہر کے ایک محلہ سے گذر ہوا، دیکھا کہ ایک جگہ لوگوں کی بھیڑ اکٹھی ہے اور لوگ ایک دوسرے سے کسی اہم معاملے کی پوچھ تاچھ کر رہے ہیں، میرا فطری تجسس بیدار ہو گیا، میں بھی قریب پہنچا اور ایک شناسا سے پوچھا، معلوم ہوا کہ اب سے تقریباً دس ماہ قبل ایک نوجوان کا نکاح ایک امیر باپ کی بیٹی سے ہوا تھا، بڑی دھوم دھام سے شادی ہوئی، پوری رات ڈھول تاشے اور ساؤنڈ باجے سے پورے محلہ میں دن جیسا سا رہا، پورے محلے والے پوری رات چچین کی نیند نہ سو سکے، غرض اسراف اور فضول خرچیوں کی شاہکار بن کر یہ شادی ہو گئی۔

شادی کے بعد نئی تہذیب کے مطابق ہنسی مومن منانے کا پروگرام بنا کہ کسی سرسبز و شاداب اور پر بہار جگہ جانا چاہئے، چنانچہ ایسا ہوا اور تقریباً دو ماہ تک شادی کی تقریبات، تفریحات کا سلسلہ چلتا رہا، بیوی چونکہ امیر باپ کی بیٹی تھی، سہیلیوں میں اور معاشرہ میں اس کی تاک اونچی ہی

کہا کہ تم دو چار دن پہلے کہتے تو میں ایک ایک جوڑا تو ان کے لئے سلوادیتی۔ میں نے کہا اچھا مجھے خبر نہیں تھی کہ یہ ننگی پھر رہی ہیں، میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ کپڑے پہنے پھرتی ہیں، میرے اس جواب پر مرحومہ بالکل ساکت ہو گئیں۔ جامع مسجد آتے ہوئے حضرت مدنی سے میں نے عرض کر دیا کہ یوسف، انعام کا نکاح پڑھنے کے لئے چچا جان فرما رہے ہیں، حضرت مدنی نے بہت اظہار مسرت فرمایا اور کہا ضرور پڑھوں گا، ضرور پڑھوں گا۔ جامع مسجد پہنچنے کے بعد حضرت مدنی نے فرمایا کہ مہر کیا ہوگا؟ میں نے عرض کیا ہمارے یہاں مہر مثل ڈھائی ہزار ہے، حضرت مدنی نے فرمایا میں مہر فاطمی سے زیادہ پر ہرگز نکاح نہیں پڑھوں گا، تھوڑی دیر تک میرا اور حضرت کا جامع مسجد کے در میں بیٹھے بیٹھے اس مسئلہ پر مناظرہ ہوا، بالآخر حضرت مدنی قدس سرہ ممبر پر تشریف لے گئے اور سادہ نکاحوں کی فضیلت، برکت پر لمبا چوڑا و سخن شروع کیا، حضرت مولانا حکیم جمیل الدین گینوی ثم الدہلوی، جو اس جلسہ میں شریک تھے، انہیں ساڑھے دس بجے کی گاڑی سے جانا ضروری تھا، انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ آپ حضرت مدنی سے فرمادیں کہ نکاح جلد پڑھ دیں، تاکہ ہم لوگ بھی نکاح میں شرکت کر کے جاویں، میں نے حضرت کی خدمت میں اطلاع پہنچادی، حضرت مدنی کو یہ خیال

ہو گیا کہ بعض لگی حضرات میری تقریر سننا پسند نہیں کرتے، اس لئے اولاً تو خوب ناراض ہوئے، لیکن معاً دونوں لڑکوں یوسف و انعام کو ممبر کے پاس کھڑا کر کے خطبہ پڑھ کر نکاح پڑھ دیا اور پھر اپنے وعظ میں مشغول ہو گئے، چونکہ عزیزان مولویان یوسف و انعام ہمیں سہارنپور میں پڑھتے تھے، اس وجہ سے لڑکیوں کے نظام الدین دہلی جانے کا سوال ہی نہ تھا، میرے گہری میں شب جمعہ کو دونوں کی چار پائیاں علاحدہ علاحدہ بچھوادیں جاتیں، جب سال کے ختم پر وہ حضرات نظام الدین گئے تو اپنی اپنی بیویوں کو بھی چچا جان کی معیت میں ساتھ لے گئے۔“

شہر ایک ہی ہے، لیکن انداز کس قدر بدل گیا ہے، ایک طرف ایسی سادگی کہ شریک حیات فرماتی ہیں کہ کم از کم دو تین دن پہلے ہی بتادیتے اور ایک طرف اتنا ہنگامہ کہ پورا محلہ رات بھر چین کی نیند نہیں سو سکا، دونوں کے اپنے اپنے طبعی اور فطری اثرات ہیں جو مرتب ہو کر رہے، ایک شادی دنیا اور آخرت کی سعادتوں سے ہمکنار کر رہی ہے تو دوسری شادی لڑائی، جھگڑے اور آپسی نفرت و عداوت پیدا کر کے دنیوی زندگی کو اجیرن بنا رہی ہے۔

اسلام نے شادی اور نکاح کو کس قدر آسان اور سہل بنایا تھا، مگر آج ہم مسلمانوں نے اس میں طرح طرح کی خرافات داخل کر کے کس قدر مشکل بنا دیا ہے، آج مسلم معاشرہ کی اکثر شادیوں کا نقشہ وہی ہوتا ہے جو پہلے بیان ہوا کہ شادی و نکاح کی خوشی کی خاطر حقوق اللہ کی پامالی کی جاتی ہے، اسراف اور فضول خرچی جو حرام ہے، محض جھوٹی شان دکھلانے کے لئے کس قدر بے خوفی کے ساتھ اس کا ارتکاب کیا جا رہا ہے، نوجوان، غل غپاڑے میں مشغول ہیں، پٹانے چھوڑ رہے ہیں، راستہ چلنے والوں کو اذیت الگ ہو رہی ہے۔

مذہب اسلام کی تمام تعلیمات و احکامات میں یہ بات بڑی اہم ہوتی ہے کہ اس سے کسی کی دل آزاری نہ ہو اور اس میں غیر اسلامی کسی فعل کی کسی طرح کی آمیزش نہ ہو، اسی کے ساتھ اسراف اور فضول خرچی جیسی شیطانی حرکتیں، بھلا کیا یہ اسلامی نکاح ہے؟ کیا اسلامی شادیاں اسی انداز کی ہوتی ہیں؟ حدیث شریف میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ”عظمہ النکاح بركة ایسرھا مؤنۃ“ کہ جس نکاح میں جتنی سادگی ہوگی اسی قدر اس نکاح میں خیر و برکت ہوگی اور اس کے بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔ شادی کے بعد کے تنازعات اور جھگڑے آئے دن طلاق و فسخ نکاح کی وارداتیں اسی طرح کی غیر اسلامی انداز کی شادیوں کا نتیجہ ہیں، اس نکاح کے برے اثرات پھر بہت دیر پا اور نسلوں تک منتقل ہوتے ہیں، اولادیں نافرمان پیدا ہوتی

ہیں، اسلام اور اسلامی شعار کا انہیں پاس و لحاظ نہیں ہوتا، معاشرہ میں طرح طرح کی برائیاں جنم لیتی ہیں اور پھر سماج کا امن و سکون غارت ہو جاتا ہے۔

اسلام کی تمام تعلیمات اور احکامات، سادگی اور فطری اصولوں سے ہم آہنگی پر مشتمل ہیں، شور ہنگامہ، نام و نمود اور دکھاوا شریعت میں اس کی گنجائش کا کوئی مطلب ہی نہیں، جب کہ یہ چیزیں انسانیت کے لئے بھی ناسور اور زہر قاتل ہیں، اس لئے کہ معاشرہ میں رہنے والے بہت سارے افراد کی ان امور سے دل شکنی اور دل آزاری ہوتی ہے، ایک امیر باپ کو اپنی

امیرانہ شان دکھانے کے لئے شریعت اور انسانیت کے تمام اصولوں کو توڑتے ہوئے ذرا بھی احساس نہیں ہے کہ اسی کے محلہ اور پڑوس میں کچھ مفلوک، غریب اور نادار افراد بھی رہتے ہیں، جن کی بھی اپنی آرزوئیں اور تمنائیں ہیں، آج دولت کی ریل پیل اور نمائش ان کے دلوں پر کس قدر کچھو کے لگا رہی ہوگی؟ کیا اس کا ذرا بھی احساس نہیں کہ محض انسانیت کے ناطے ایک غریب اور مفلس کی دلداری میں شادی کی تقریب بغیر کسی دھوم دھام اور مالی نمائش کے انجام دے لے؟ اللہ در رسول کی خوشی بھی حاصل ہوگی اور نہ جانے کتنے انسانوں

کی دعائیں زندگی کے مختلف مراحل میں دیکھیں ہوں گی۔

معاشرتی اصلاح اور ماحول کو امن و سکون کا گہوارہ بنانے کے لئے ضروری ہی کہ سماج اور معاشرہ کے بااثر حضرات اٹھ کھڑے ہوں اور عزم و ہمت اور دینی صلاحیت کے ساتھ معاشرہ کے ان ناسوروں پر نشتر زنی کریں، دینی فضائیاں، اسلامی تعلیمات کو رواج دیں، خود بھی ان پر عمل پیرا ہوں اور دوسروں کو دعوت عمل دیں، انشاء اللہ فاسد مادہ دور ہوگا اور پھر ایک صالح معاشرہ وجود میں آئے گا اور ہر طرف امن و سکون کا بول بالا ہوگا۔

بقیہ..... عید النضر احکام و فضائل

اس لئے بعض فقہاء نے وضاحت کی ہے کہ یہ طریقہ مکروہ ہے اور بدعت سیئہ ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ فتاویٰ رحمیہ جلد دوم)

ان تصریحات کی بنا پر ضروری ہے کہ رسمی مصافحہ سے اجتناب کرے مگر ایسا طریقہ اختیار نہ کرے۔ جس سے لوگوں میں غصہ اور نفرت پھیلے ایسے موقع پر ملا علی قاری کی ہدایت کا خاص خیال رکھے۔ آپ فرماتے ہیں۔ جب کوئی مسلمان بے موقع مصافحہ کے لئے ہاتھ دراز کرے تو ہاتھ کھینچ کر اس کا دل نہ دکھائے اور بدگمانی کا سبب نہ بنے اور آہستگی سے سمجھائے اور مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ کرے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ فتاویٰ رحمیہ جلد دوم)

اوپر کی تفصیلات کو سامنے رکھتے ہوئے احقر کی رائے میں بہتر یہ ہے کہ جہاں عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ و معانقہ رائج نہ ہو، تو وہاں رائج نہ کیا جائے اور جہاں پہلے سے رائج ہو وہاں مسئلہ کی نوعیت بتا دیا جائے، تاکہ لوگ اس موقع سے واجب یا سنت نہ سمجھیں۔

ایک شہر میں عیدین کی متعدد جماعت جائے۔ ۱۔ اس مسجد یا عیدگاہ کا مقرر امام پہلی جماعت کی امامت نہ کرے بلکہ آخری جماعت کی امامت کرے۔ ۲۔ پہلی جماعت کے امام کے کھڑے ہونے کی جگہ محراب یا جس جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائی ہو، دوسری جماعت کا امام اس جگہ کو چھوڑ کر تھوڑا پیچھے ہٹ جائے اور نماز پڑھائے۔

ایک مسجد یا عیدگاہ میں دوبارہ عیدین کی نماز ایک مسجد یا عیدگاہ میں بارش یا فساد کی وجہ سے تمام لوگ ایک بار عیدین نہ پڑھ سکیں تو بقیہ لوگ دوسری جماعت کر سکتے ہیں اس سلسلے میں دو باتوں کا خاص لحاظ رکھا جائے۔ ۱۔ اس مسجد یا عیدگاہ کا مقرر امام پہلی جماعت کی امامت نہ کرے بلکہ آخری جماعت کی امامت کرے۔ ۲۔ پہلی جماعت کے امام کے کھڑے ہونے کی جگہ محراب یا جس جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائی ہو، دوسری جماعت کا امام اس جگہ کو چھوڑ کر تھوڑا پیچھے ہٹ جائے اور نماز پڑھائے۔

تین حادثے۔ ایک پیغام

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا: ”تم مشغول ہو ایسی چیز جمع کرنے میں جسے کھانا سکوکے آرزو رکھتے ہو ایسی چیز کی جسے پانا سکوکے تعمیر کرتے ہو ایسے مکان کی جس میں رہ نہ سکوکے۔“

دینی سے ہوائی جہاز منگور کے لئے ڈیڑھ سو سے زائد مسافرین کو لے کر اڑان بھرتا ہے، مرد و خواتین اور بچے مسافرین میں شامل ہیں، مسافرین کی اکثریت دینی میں ملازمت کرتی ہے، چھٹیوں میں اپنے متعلقین سے ملاقات کے لئے اور کچھ لوگ اپنے چاہنے والوں کی شادی میں شرکت کے لئے سفر کر رہے ہیں لیکن کسے معلوم تھا کہ ان کا یہ سفر ”موت کا سفر“ بن جائے گا، ایئر پورٹ ان کے لئے مقام اجل ثابت ہوگا، ایئر پورٹ پہنچتے پہنچتے ہوائی جہاز شعلہ پوش ہو جاتا ہے اور طیارہ کے عملہ سمیت 159 مسافرین ختم ہو جاتے ہیں صرف 7 مسافر کسی طرح بچ نکل پاتے ہیں سب کے منصوبے، پلاننگ، خواہش، تمنائیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔

رات کے سناٹے میں جب کہ ساری دنیا سو رہی تھی، بنگال میں ایک ٹرین دوسری

یہ محض تین حادثے نہیں ہیں جو پیش آئے ہوں، اس طرح کے حادثے روز دنیا میں کہیں نہ کہیں پیش آتے رہتے ہیں اخبارات اور ٹی وی پر ان کی خبریں بھی آتی ہیں، قارئین اور سامعین پڑھتے اور سنتے ہیں، تبصرہ کرتے ہیں کبھی کبھار افسوس کا بھی اظہار کرتے ہیں اور پھر ہر شخص اپنی اپنی مصروفیات میں گمن ہو جاتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان حادثات میں مر والے افراد جان بوجھ کر موت سے

ٹلے ہیں؟ کیا وہ منصوبہ بند انداز میں موت کا شکار ہوئے ہیں؟ کیا وہ دنیا سے بیزار ہو گئے تھے؟ کیا وہ آخرت کی ابدی زندگی کے طلبگار تھے؟ بات ایسی نہیں ہے بلکہ مرنے والا اپنی موت سے بے خبر تھا؟ آنے والی زندگی کے لئے سنے سجائے رکھا تھا اپنے اور اپنے خاندان کی منصوبہ بندی لئے ہوئے تھا، کسی کو اپنے اور کسی کو اپنے بچوں کے مستقبل کی فکر دامن گیر تھی، کوئی سیر و تفریح کرنے اور کوئی موج و مستی میں حصہ لینے کے لئے جا رہا تھا..... لیکن سب کے سنے ادھورے رہ گئے اور سب ایک ہی سمت میدان حشر کی جانب چل پڑے۔

دنیا میں انسان اتنا مصروف ہو گیا ہے اور دنیا کے جھیلوں میں اتنا کھو گیا ہے کہ اسے یہ حقیقت یاد ہی نہیں رہتی کہ یہ دنیا فانی ہے، انسان کی یہ عارضی قیام گاہ ہے اور دنیا کی زندگی غیر یقینی ہے چنانچہ دنیا کے

بکھیزوں میں وہ مکمل گرفتار ہے، حصول دنیا کی تمنا اور زولے رات و دن مصروف ہے اور اسے کبھی یہ توفیق ہی نہیں ملتی کہ خالق کائنات کے متعلق سوچے، دنیا کی کارگیری اور اس کے مقصد پر غور کرے اور خود اپنی مقصد پیدائش کے بارے میں فکر کرے۔ جب کسی فرد کو یہ یقین ہو جائے کہ یہ دنیا عارضی ہے اور موت اچانک آ سکتی ہے اور اسے مرنے کے بعد اصل حیات ملنے والی ہے تو اس کی زندگی یکسر الگ اور مختلف ہو جائے گی، اسے دنیا کی مصروفیتوں اور رنگینیوں میں دل نہیں لگے گا، اسے دنیا کمانے کی فکر بہت کم ستائے گی، حصول دنیا اور دنیا کی لذتوں کی چاہت سے وہ بہت دور ہوگا اسے فکر ہوگی تو آخرت کی زندگی کی خواہش ہوگی تو آخرت کی زندگی سنوارنے کی، وہ تمنا کرے گا حصول جنت کی، وہ کوشش کرے گا اپنے خالق کو راضی کرنے کی، اس کی سعی و جہد کا مقصد حصول دنیا نہیں بلکہ حصول آبن جانے گا اور اس کی کیفیت اس طرح ہو جائے گی جیسا کہ ایک اجنبی اور مسافر کی کیفیت ہوتی ہے۔

ہندوستان میں کم و بیش 20 کروڑ مسلمان رہتے ہیں جن کا ایمان اور عقیدہ ہے کہ آخرت کی زندگی اور اصل اور دائمی زندگی ہے لیکن الاماشاء اللہ ان کی زندگیوں میں بھی دنیا کی مسابقت ہی جھلکتی ہے دنیا کی

محبت اور آرزو نظر آتی ہے اور حصول دنیا کی جدوجہد ہی دیکھنے کو ملتی ہے حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا۔ ”خوب جان رکھو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل اور تماشہ، زینت اور آپس میں فخر اور مال و اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے آپ کو زیادہ بتلانا ہے۔ جیسے بارش اور اس کی پیداوار کسانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر جب وہ خشک ہو جاتی ہے تو زرد رنگ میں تم اس کو دیکھتے ہو پھر وہ بالکل چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت وہ جگہ ہے جہاں سخت عذاب اور اللہ کی مغفرت اور رضامندی ہے اور دنیا کی زندگی بجز دھوکہ کے سامان کے اور کچھ نہیں ہے۔ دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت کے برابر ہے یہ ان کے لئے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔“ (الحدید: ۲۰-۲۱) مزید فرمایا گیا ”لوگوں کے لئے مرغوبات نفس، عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں حقیقت میں جو بہترین ٹھکانہ ہے وہ اللہ کے پاس ہے۔“ (آل عمران: ۱۳)

مذکورہ آیات پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ آج کا مسلمان ان سب چیزوں کا شکار ہے جس سے بچنے کی تلقین اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جس چیز کی فکر کی تلقین فرما رہے ہیں یعنی آخرت کی، اس سے غفلت کا شکار ہے۔ دنیا میں پیش آنے والے واقعات اور حوادث ہوش مندوں کے لئے ایک پیغام دیتے ہیں، مرنے والا ہر انسان زندہ لوگوں کے لئے ایک پیغام چھوڑتا ہے اور ہر موت آخرت کو یاد دلاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مسلمان ایمان رکھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدہ کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نچھاور کرنے کی باتیں بھی کرتے ہیں لیکن یہ کیسی امت ہے جو ایمان، عقیدہ اور محبت کی باتیں تو کرتی ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل نہیں کرتی، آپ کی ہدایات پر عمل پیرا نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”جو شخص دنیا سے محبت کرے گا وہ ضرور اپنی آخرت کو تباہ کرے گا اور جس شخص کو آخرت کی محبت ہوگی وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچائے گا۔“ (حکمت انقلاب) نیز فرمایا ”جو شخص دنیا کو محبوب بنائے گا وہ ضرور اپنی آخرت کو نقصان پہنچائے گا عقلمندی یہ ہے کہ فانی کے مقابلہ میں باقی رہنے والی کہ ترجیح دو۔“ (مشکوٰۃ) یہ ایک حقیقت ہے کہ جو شخص آخرت

کو اپنا مطلوب اور محبوب بنائے گا اس کا دل دنیا سے اچاٹ ہو جائے گا بظاہر وہ دنیا میں زندگی بسر کرے گا، معاملات دنیا میں حصہ لے گا، دنیا کی ذمہ داریاں بھی ادا کرنے کی سعی کرے گا، دنیاوی فرائض کی تکمیل کی فکر کرے گا لیکن اس کا اصل مقصود بہر حال آخرت ہی ہوگی۔ اس کی فکر سے، اس کے عمل سے، اس کے معمولات سے، اس کے چال و چلن سے، اس کے رہن سہن سے، اس کی گفتگو سے ہمیشہ آخرت کی فکر ظاہر ہوگی..... جہاں عبادات کی وہ پابندی کرے گا وہیں اس کے معاملات، معیشت، معاشرت وغیرہ میں بھی حکم الہی کی پیروی واضح طور پر نظر آئے گی، جائز و ناجائز حرام و حلال کو وہ اہمیت دے گا۔ حقوق کی ادائیگی میں وہ جستی کا مظاہرہ کرے گا دیگر فرائض کی تکمیل میں بھی وہ سرگرمی کا مظاہرہ کرے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب اور آخری نبی ہیں، ساری دنیا کے لئے رحمت اور بشارت کا پیغام لے کر آئے، آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، بعد از خدا توئی قصہ مختصر لیکن فکر آخرت ایسی کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بے تعلق زندگی گزارتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہؓ سے فرماتے ہیں ”اے عائشہ! اگر تم جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو اتنی دنیا تمہارے لئے کافی ہے جتنا سامان کسی

مسافر کے پاس ہوتا ہے۔ اور خبردار دنیا کے طلبکار مالداروں کے پاس نہ بیٹھنا۔“ (ترمذی) و نیز فرمایا ”میں عیش و آرام اور بے فکری کی زندگی کیسے گزار سکتا ہوں جب کہ حال یہ ہے کہ اسرافیل صور منہ میں لئے، کان لگائے، پیشانی جھکائے انتظار کر رہے ہیں کہ کب حکم ہوتا ہے صور پھونکنے کا۔“ (ترمذی) اسی طرح صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگیوں کا مظاہرہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کی حیات میں بھی فکر آخرت نمایاں تھی..... حضرت ابو بکر صدیقؓ باغ کی طرف چیزوں کو جاتے دیکھتے تو فرماتے ”پرندو تمہیں مبارک ہو تم جہاں چاہے چرتے اور چگتے ہو جس درخت کے سایہ میں چاہو بیٹھ جاتے ہو اور قیامت میں تمہارا کوئی حساب کتاب نہ ہوگا..... کاش! ابو بکر بھی تمہاری طرح ایک پرندہ ہوتا۔“ امیر المومنین حضرت عمرؓ گشت پر رات میں نکلتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خاتون چولہے پر خالی ہانڈی لگائے بیٹھی ہے اور بچے بھوک سے بلک رہے ہیں آپ نے ماجرا دریافت کیا پھر فوراً بیت المال جاتے ہیں اور ایک تھیلے میں کھجور و دیگر کھانے کا سامان لے کر چل پڑتے ہیں کہ خاتون کو دے سکیں۔ غلام کہتا ہے امیر المومنین آپ زحمت کیوں کرتے ہیں تھیلا میں اٹھالوں گا۔ فرمایا ”قیامت کے دن کون اٹھائے گا؟“ دراصل دنیا میں پیش آنے والے

حوادث انسان کو اس کی موت اور آخرت کے انجام سے خبردار کرتے ہیں، حوادث کو سن کر دیکھ کر اندھے اور بہروں کی طرح گزر جانا ایک مومن کا شیوہ نہیں ہو سکتا! اسلام ایسے انسان کو پیدا کرنا چاہتا ہے جو ہاشور مسلمان ہو، اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پیرو ہو اور دنیا میں رہتے ہوئے ہمیشہ آخرت کی فکر کرنے والا ہو۔ ایسے ہی انسان دراصل اللہ کو مطلوب ہیں اور آخرت کی کامیابی بھی ان ہی لوگوں کے حصہ میں آنے والی ہے۔ جو لوگ دنیا اور متاع دنیا گے پیچھے رہ کر آخرت کو بھول جائیں، آخرت کی جوابدہی کو نظر انداز کر دیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت سے منہ موڑیں دراصل وہ بڑے خسارے میں ہیں، حوادث حیات نہ صرف ان سے ان کی دنیا بھی چھین لیتے ہیں بلکہ آخرت بھی برباد کر دیتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا: ”تم مشغول ہو ایسی چیز جمع کرنے میں جسے کھانا سکو گے، آرزو رکھتے ہو ایسی چیز کی جسے پانا سکو گے، تعمیر کرتے ہو ایسے مکان کی جس میں رہ نہ سکو گے۔“ ہر شخص کو اپنے طور پر اپنا احتساب کرنا چاہئے کہ وہ دنیا سے کتنی محبت کرتا ہے اور آخرت طلبی میں کتنی کاوشیں کر رہا ہے، اسی میں اس کی کامیابی یا رسوائی کا دارومدار ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرے۔ آمین۔

معرفت الہی کیا ہے؟

اچھا نہیں لگتا، سب دشمن لگتے ہیں اور نقصان پہنچانے والے ہتھیار محسوس ہوتے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ کسی نے شہ رگ پر چھری رکھ دی ہے۔ بعض اوقات ایسا عمر بھر جاری رہتا ہے۔ ورنہ ایک مقام ایسا آتا ہے کہ جہاں اپنی ذات سے وحشت ہونے لگتی ہے۔ دم گھٹتا محسوس ہوتا ہے اور کہیں بھی دل نہیں لگتا تو اچانک دل اللہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ ندامت سے آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ دنیا رنگین ہو جاتی ہے جب اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔ پھر دل محبت الہی سے معمور ہو جاتا ہے اور ایک عجب سی خوشی مل جاتی ہے کہ اگر انسان مضبوط ارادوں کا مالک ہو تو تمام عمر اسی خوشی کی خوشبو زندگی کو مہر کائے رکھتی ہے۔ متزلزل ارادوں کے مالک لوگ اپنی ذات پر تمام عمر ظلم کرتے ہیں۔

انسان کی پہلی پناہ گاہ اللہ کا دربار اور آخری بھی اسی کا دربار ہے۔ اسی کی خدمت میں روحانی حاضری زندگی میں معرفت الہی کا سبب بنتی ہے۔ یہ لوگ کیا کہتے ہیں کہ عشق مجازی، عشق حقیقی کا سبب بنتا ہے! سچ ہی تو کہتے ہیں! جو شخص اپنے جیسے انسانوں سے محبت نہیں کر سکتا وہ اللہ سے کیا خاک محبت کرے گا؟ عاشق تو محبوب کے قدموں کی خاک سے بھی محبت کرتا ہے! پھر یہ کیسا عاشق ہے جو محبت کا دعویٰ تو کرتا ہے، پیشانی تو رگڑتا ہے، کمر اور سر تو جھکاتا ہے اور لاکھ

موسم خزاں میں پتے ساتھ چھوڑ خالص پیدا ہو جاتے ہیں۔ جاتے ہیں، شام ہوتے ہی روشنی کہیں حد نظر سے دور بیزا کر لیتی ہے، سایہ بھی ساتھ نہیں رہتا، طوفان ہو تو کشتی ڈوب جاتی ہے۔ تیز ہوا آجکل اڑالے جاتی ہے۔ لب ملتے ہیں، دل کی دھڑکن صدا لگاتی ہے، آنکھیں بول اٹھتی ہیں اور زبان ”اللہ“ پکارتی ہے۔ پھر بادل چھا جاتے ہیں اور برسات ہونے لگتی ہے۔ ایسے میں جو چہرے کو لو لگتی ہے تو مردہ وجود میں جان سی آ جاتی ہے۔ اعتبار بہار یوں دل سے گھیر لیتا ہے کہ جیسے ایک ننھا سا دیا روشن ہو گیا ہو اور خزاں ہی بہار ہو جاتی ہے۔

یاس آس بن جاتی ہے، امید دل میں گھر کر لیتی ہے، شام کی سرد ہوا باد صبا کی مانند پیام مسرت اور نوید حیات لے کر آتی ہے۔ گویا غم میں خوشی، دکھ میں شادمانی، تکلیف میں سرور اور مصیبت میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ یوں کہیں کہ غم دوا بن جاتے ہیں:

درد کا حد سے گزرتا ہے دوا ہو جانا صبر، تحمل، بردباری، برداشت جیسے

جتن تو کرتا ہے مگر محبوب کی محبوب چیز کو محبوب نہیں رکھ سکتا۔

شع کی خاطر پروانہ آگ میں کود پڑتا ہے۔ اس لئے کہ یہ اس کی ذات کا حصہ ہی نہیں بلکہ اس کی محبوب ترین شے ہوتی ہے۔ اللہ کو بھی اپنی تمام مخلوقات محبوب ہیں اور وہ اس کی ذات سے وابستہ ہیں۔

پھر ”انسان“ کیسے کہہ سکتا ہے کہ جسے محبوب رکھتا ہو اس کے محبوب سے پیار نہ کرے! تکلیف کو صبر سے برداشت نہ کرے! اس تکلیف کو جو محبوب نے دی ہو! جو محبوب کی محبوب چیز کو محبوب رکھنا جانتا ہو وہ اللہ کو اپنے دل میں محسوس کرتا ہے کیونکہ

پھر فرمایا حضرت عمارؓ کے طریقہ پر چلو اور جو کچھ عبد اللہ بن مسعود تمہارے سامنے بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔ (ترمذی، حاکم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا سے ہی انہیں اپنی خدمت کے لئے مخصوص کر لیا تھا، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر جاتے وقت نعلین مبارک پہناتے، عصا مبارک لے کر دائیں جانب آگے چلتے، وضو کے وقت مسواک پیش کرتے، سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا پورا اہتمام کرتے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرامؓ میں ان کا لقب صاحب النعلین والسواک والسواد تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جب

وہ اللہ سے محبت کرتا ہے اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، وہ اللہ کی عزیز چیزوں کو عزیز رکھتا ہے اور اللہ کی خاطر کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرتا اور اس قربانی میں فخر محسوس کرتا ہے۔ پھر وہ بشر نہیں رہتا بلکہ ”انسان“ بن جاتا ہے۔

اللہ بھی اسے دوسرے بندوں سے ممتاز اور اپنے قریب رکھتا ہے۔ اسے مومن کہہ کر مخاطب کرتا ہے اور اس کے لئے دکھ میں غم نہیں رہتا، وہ سب کچھ اللہ کے لئے اور سب کچھ اللہ کی طرف سے سمجھتا ہے اور حیات جو ہر جاندار کو پیاری ہے اپنے محبوب سے زیادہ پیاری نہیں لگتی۔ اسے

یمن سے آئے تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور ان کی والدہ کی کثرت باریابی کو دیکھ کر انہیں اور ان کی والدہ کو اہل بیت سمجھا۔ بہت کمزور بدن تھے، کسی موقع پر اسی وجہ سے صحابہ جنس پڑے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن عبد اللہ میزان میں احد پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری ہوں گے۔ دوسری روایت میں ہے کہ عبد اللہ کا ایک پاؤں احد سے زیادہ بھاری ہوگا۔

حضرت عبدالرحمن بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت حدیقہؓ سے پوچھا کہ ہمیں ایسا شخص بتائیے جو اپنے رہن سہن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ ہو، تاکہ ہم ان سے استفادہ کریں اور

موت کی چاہت ہوتی ہے اور اس کا انتظار اس لئے ہوتا ہے کہ وہ خالق حقیقی سے جا ملنے کا ذریعہ ہے۔ ایسے ہی لوگ فنا کے باوجود امر ہوتے ہیں۔ موت کے باوجود باحیات ہوتے ہیں۔

اللہ جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ اسی کے قبضہ قدرت میں ہماری جان ہے اور وہی دینے والا اور لینے والا ہے۔ اسی کی جانب رجوع کرنا چاہئے اور اسی سے سب کچھ طلب کرنا چاہئے، وہ رحم کرنے والا اور کرم کرنے والا ہے جو قلوب کو اطمینان و مسرت دیتا ہے اور خزاں کو بہار بنا دیتا ہے۔

بقیہ..... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سنیں۔ انہوں نے فرمایا، ہدایت اور سیرت میں حضرت ابن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ ہیں، کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آ زادانہ آتے جاتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جانتے ہیں کہ ابن ام عبدان لوگوں میں سے ہیں۔ جو مرتبے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہیں۔ (ترمذی)

۳۲ھ میں تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ رضی اللہ عنہ۔



اصلاح معاشرہ میں عورت اور اس کے سرپرستوں کا کردار

جب لوگ نافرمانی اور سرکشی میں حد سے بڑھ جائیں اور صورتحال یہ ہو جائے کہ نہ سرکش و نافرمان کسی طرح گناہوں سے باز آئیں نہ نیک لوگ نافرمانوں اور گناہگاروں کو روکیں، بلکہ نیک و بد سب شیر و شکر ہو کر ہم پیالہ وہم نوالہ بن جائیں، تو نیک و بد سب قہر خداوندی کے مستحق اور عذاب الہی میں مبتلا ہو جائیں گے۔

بہت سی روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب کوئی گناہ کا کام پوشیدہ طور پر کیا جاتا ہے تو اس کا نقصان گناہ کرنے والوں تک ہی محدود رہتا ہے، لیکن جب کوئی گناہ کھلم کھلا کیا جائے اور لوگ قدرت کے باوجود نہ روکیں تو اس کا نقصان عام ہوتا ہے، اور بروں کے ساتھ نیکوں کو بھی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے، حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”جب کسی قوم میں کوئی شخص گناہ کے کام کرتا ہے، اور لوگ قدرت کے باوجود اس کو نہیں روکتے، تو ان پر مرنے سے پہلے

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لعنت فرمائی اور یہ لعنت اس وجہ سے ہوئی کہ انہوں نے نافرمانی کی، اور حد سے نکل گئے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بیان کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، جوش میں سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا:

”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تم نجات نہیں پاؤ گے جب تک ان کو نہ روکو۔“ (مشکوٰۃ: ۳۳۸)

یہ دونوں روایتیں فرائض اور ذمہ داریوں کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں، مزید ایک روایت اور ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں بستی کو اس کے باشندے سمیت الٹ دو، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا رب کریم! اس بستی میں آپ کا فلاں نیک بندہ بھی ہے جس نے کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (دوسری مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو) حکم دیا کہ اس پر اور بستی کے تمام باشندوں پر اس بستی کو الٹ دو۔ اس لئے کہ اس نیک بندہ کا چہرہ میری (ناافرمانی) کی وجہ سے کبھی ایک گھڑی کے لئے بھی متغیر نہیں ہوا تھا۔“ (مشکوٰۃ: ۳۳۹)

ان روایات سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہر

انسان کو اپنے ماحول پر نگاہ رکھنا ہے، اپنے عزیز و اقارب اور متعلقین کی خوب خبر لینی ہے، ورنہ ہم بھی ان فساد برپا کرنے والے بدنصیب انسانوں کے ساتھ قہر خداوندی کے شکار ہو جائیں گے۔

اس دور میں ہمارے اردگرد کے ماحول کو سب سے زیادہ متاثر کرنے والی چیز فحاشی اور عریانیت ہے، عریانیت کے اس سیلاب نے ہر طبقہ کے انسان کو اپنی پلیٹ میں لے لیا ہے، چوراہوں، بازاروں، ہوٹلوں، تقاریب غرض ہر جگہ عریانیت ہی عریانیت ہے، عورتیں اپنے جسم کی نمائش کرتی نظر آ رہی ہیں۔ عورت اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، اگر اس نعمت کی بے قدری کی جائے گی تو وہ معاشرے کے لئے بہت زیادہ نقصان رساں اور ہلاکت خیز ثابت ہوگی۔

اس لئے اس عریانیت کے سیلاب کو روکنا ہوگا، معاشرہ کو تباہی سے بچانا ہے تو عورتوں کو بے ضرورت اور بلاوجہ گھروں سے نکلنے سے روکنا ہوگا، عورت جب بھی گھر سے نکلتی ہے شیطاں اس کو جھانکتے ہیں جو فساد کا ذریعہ بنتا ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”عورت ستر (چھپانے کی چیز) ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو گھور کر دیکھتا ہے۔“ (مشکوٰۃ: ۲۶۹)

شریعت نے عورت کو قید بھی نہیں کیا ہے، وہ ضرورت اور کام کی وجہ سے باہر جاسکتی

ہے اور ضرورت پورا کر سکتی ہے لیکن اس پر ذمہ داری ہے کہ معاشرہ کو خراب نہ کرے، اپنے حسن و جمال اور جسم کو جائے نمائش نہ بنائے، ستر پوشی کے ساتھ باہر نکلے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”جنہیوں کے دو گروہ میں نے نہیں دیکھے، ایک وہ جن کے پاس گائے کی دموں کے مانند کوڑے ہوں گے، جن کے ذریعے وہ لوگوں کو (ناحق) ماریں گے۔ دوسرا وہ عورتیں جو (بظاہر) کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی اور (مردوں کی طرف) جھکنے والی ہوں گی، ان کے سرخنی اونٹوں کی جھکتی کوبانوں کی طرح ہوں گے وہ جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ جنت کی بو پائیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اور اتنی مسافت (یعنی بہت دور) سے محسوس کی جاتی ہے۔“ (مشکوٰۃ: ۳۰۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے جس گروہ کو نہیں دیکھا تھا، آج ہم ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، پارکوں، قلعوں، میلوں اور بازاروں میں جا کر دیکھ لیجئے عورتیں کس طرح کھلے سر گھومتی پھرتی ہیں اور اپنے حسن کا مظاہرہ کرتی ہیں۔

عورتوں کو ان ہی عریانیت اور فحاشی کے مد نظر احادیث شریفہ میں بعض مقامات پر فقہاء نے بیان کیا ہے، اور اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں نے اپنے پیچھے مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ نقصان رساں کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔“ (مشکوٰۃ: ۲۶۷)

ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت ہی کو بنی اسرائیل میں فتنہ کی ابتدا کا سبب بتایا ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”دنیا بڑی شیریں اور سبز ہے، اللہ تعالیٰ نے تم کو دنیا میں اپنا جانشین بنا کر بھیجا ہے، تاکہ دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو، لہذا دنیا سے بچو، اور (پرانی) عورتوں سے دور رہو، اس لئے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ جو رونما ہوا تھا وہ عورتوں کی وجہ سے تھا۔“ (مشکوٰۃ: ۲۶۷)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عورت فتنہ کا سبب ہے، اگر یہ عورتیں اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں اور جسمانی نمائش سے باز آجائیں تو پھر سے معاشرہ سرسبز و شاداب ہو سکتا ہے، ورنہ دنیا میں یہ عریانیت کثرت سے زنا کو جنم دے گی اور لوگ طرح طرح کی آفتوں اور امراض میں مبتلا ہو جائیں گے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

”اے گروہ مجاہدین! پانچ چیزوں میں ب تم مبتلا ہو جاؤ گے (تو طرح طرح کی آفتوں اور بلاؤں میں گرفتار ہو جاؤ گے)

اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں اس بات سے کہ تم ان چیزوں میں مبتلا ہو جاؤ۔“ (۱) جب کبھی کسی قوم میں بدکاری اتنی آشکارا ہو جاتی ہے کہ لوگ اس کو کھلم کھلا کرنے لگتے ہیں تو ان میں طاعون اور ایسی تکلیف دہ بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے گزرے ہوئے اسلاف کے زمانہ میں نہیں تھیں۔ (جیسے ایڈز کی بیماری)

(۲) جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگتے ہیں تو قحط سالی، شدت، مشقت اور حاکم کے جو در ظلم میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ (۳) اور جب بھی اپنے مالوں کی زکوٰۃ روکتے

ہیں تو بارش کے قطرے ان سے روک لئے جاتے ہیں، حتیٰ کہ بہائم اور چوپائے نہ ہوں تو ان پر بارش کا ایک قطرہ بھی نہ گرایا جائے۔ (۴) جب بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد شکنی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ایسا دشمن مسلط کر دیتا ہے جو غیر قوم سے ہوتا ہے، پھر وہ ان کے قبضہ میں جو مال و دولت ہوتی ہے اس میں سے کچھ لے لیتا ہے۔ (۵) جب ان کے ائمہ اور پیشوا کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے اور اللہ کے نازل کردہ احکام کو اختیار نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو باہمی جنگ و جدال میں گرفتار

فرمادیتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۰) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پانچ چیزوں میں مبتلا ہونے سے پناہ مانگی تھی، آج امت مسلمہ ان میں مبتلا ہو چکی ہے اور ان کے نتائج بد اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے، پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امت مسلمہ کا ہر ہر فرد معاشرہ پر گہری نگاہ رکھے جہاں بھی فساد نظر آئے اس کی ہر ممکن اصلاح کی کوشش کرے، اپنے اہل خانہ اور ماتحت افراد کو عریانیت اور فحاشی سے روکے اور ان کو سمجھائے کہ تمہارا یہ طرز عمل امت مسلمہ کو تباہی کے دہانے پر کھڑا کر سکتا ہے۔

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شماره صرف دس روپے) اور سالانہ خریداری (۱۰۰ روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے پیش بہامضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقم ”ادارہ رضوان“ کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تاکہ یاد دہانی ہو سکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ ”رضوان“ خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی و کاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور ”رضوان“ کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

مولانا جلال الدین رومی

اور حکایات مشہوری

سادہ لوح چرواہا

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے ایک چرواہے کو راستہ میں دیکھا۔ وہ چرواہا اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے اپنے حال میں مست اللہ تعالیٰ سے یوں گفتگو کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا، اے کریم، اے اللہ! تو کہاں ہے؟ تو میرے پاس آتا کہ میں تیرا نوکر بنوں تیرے جوتے سی دوں، تیرے سر میں کنگھی کروں۔ تو میرے پاس آ میں تیری خدمتیں کروں تیرے کپڑے سیوں، تیرے کپڑوں کو دھوؤں تیرے سر سے جوئیں نکالوں تجھے بکریوں کا دودھ پلاؤں۔ اگر تو بیمار ہو جائے تو میں تیرا غم خوار بنوں۔ تیرے پیارے پیارے ہاتھوں کو چوموں تیرے نازک پاؤں کو دباؤں۔ جب سونے کا وقت آئے تو تیرا بستر صاف کر دوں۔ اے میرے اللہ! تجھ پر میری جان قربان میری ساری اولاد اور میرا سارا گھربار تجھ پر قربان۔ اگر مجھے تیرے گھر کا پتہ مل جائے تو میں ہر روز صبح و شام تیرے

لئے گھی اور دودھ لے کر آؤں تیرے لئے خیر بھی لاؤں اور روغنی روٹیاں بھی لاؤں۔ غرضیکہ وہ سادہ لوح چرواہا اسی طرح کی باتیں کہہ رہا تھا اپنے حال میں مست ہو کر آہ و زاری کر رہا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی یہ باتیں سنیں تو فرمایا، اے شخص! تو کس سے مخاطب ہے؟ چرواہے نے کہا، میں اس ذات باری تعالیٰ سے ہمکلام ہوں جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ یہ زمین اور آسمان جس کے پیدا کرنے سے ظاہر ہوا ہے میں اپنے خدا تعالیٰ سے مخاطب ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا: ارے بے وقوف تو کہیں پاگل تو نہیں ہو گیا، تیری اس گفتگو سے کفر و الحاد پھیلے گا اور دین میں رخنہ پیدا ہوگا۔ کیونکہ تیری یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بالکل کفریہ ہیں۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس طرح کی خدمت سے بے نیاز ہے۔ اے شخص! تو اپنی باتوں سے توبہ کر اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ۔ چرواہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

ڈانٹ ڈپٹ سن کر بہت ڈرا اور اس نے کہا، اے موسیٰ! تم نے تو میرا منہ ہی دیا اور شرمندگی سے میری جان جلادی۔ ہائے افسوس کہ میں نے انجانے میں کیسی کیسی باتیں کہہ دیں لیکن میں تو اللہ تعالیٰ سے محبت کا اظہار کر رہا تھا مجھے کیا معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے بے نیاز ہے۔ چرواہے کے دل پر اللہ تعالیٰ کا اس قدر خوف طاری ہوا کہ اس نے اپنے کپڑے پھاڑے اور روتا ہوا آہ و زاری کرتے ہوئے جنگل کی طرف دوڑ گیا۔

جب چرواہا جنگل کی طرف روتا ہوا بھاگ گیا تو عین اُس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ! تو نے ہمارے بندے کو ہم سے جدا کر دیا، وہ چرواہا تو میرے عشق میں مبتلا ہو کر ایسی باتیں کر رہا تھا میں بھی بڑی محبت سے اس کی باتیں سن رہا تھا اُسے مجھ سے سچی محبت تھی، وہ اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ بے شک میں ان باتوں سے پاک ہوں جو وہ کہہ رہا تھا مگر وہ چرواہا تو یہ علم نہ رکھتا تھا، اس کا دل میری محبت سے سرشار تھا، اس کی نیت اچھی تھی، اس کے دل میں میرے لئے عقیدت و محبت تھی۔ اے موسیٰ! میں نے تجھے اس لئے مبعوث فرمایا ہے کہ تو میرے بندوں کو مجھ سے ملائے تجھے اس لئے مبعوث نہیں فرمایا کہ میرے بندوں کو تو مجھ سے جدا کرے۔ جاؤ اور میرے بندے کو جنگل سے واپس لے کر آؤ۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ ناراضی سنی تو اسی وقت جنگل میں چرواہے کے پیچھے بھاگے، وہ چرواہا دیوانہ وار سر اٹھائے بھاگتا ہوا نظر آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے جالیا اور فرمایا، تجھے اس طریق پر مناجات کی اجازت مل گئی ہے، جو بھی محبت بھرے الفاظ تیری زبان پر آئیں تو کہتا رہ اس لئے کہ تیرا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بلند ہے۔

اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شکلوں اور لفظوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ نیتوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ شہادت کی آرزو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حضرت حمزہ جوانی کے عالم میں زہ پہن کر میدان جنگ میں آیا کرتے تھے لیکن بڑھاپے کی حالت میں وہ جب بھی جہاد کے لئے میدان میں آتے تو بغیر زہ پہنے ہوئے دشمن کی صفوں کو پھاڑتے ہوئے گھس جاتے، آپ کی یہ حالت ہوتی تھی کہ میدان جنگ میں بغیر زہ کے جہاد کے جذبے سے سرشار ہو کر آتے، سینہ کھلا ہوا ہوتا، بازو برہنہ ہوتے اور سب سے آگے آگے اپنے آپ کو دشمنوں کی صفوں میں ڈال دیتے اور انتہائی بے جگری اور دلیری سے لڑتے۔

ایک دن حضرت حمزہ کے دوستوں نے دریافت کیا کہ اے حمزہ! کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پاک نہیں سنا کہ ”جان بوجھ کر

اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔“ اس کے باوجود آپ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں اور اس طرح میدان جنگ میں آتے ہیں کہ اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ حالانکہ جب آپ جوان تھے تو دشمن کی صف کی طرف بغیر زہ پہنے نہیں جایا کرتے تھے۔ اب جب کہ آپ بوڑھے اور کمزور ہو چکے ہیں تو انتہائی بے پروائی کے ساتھ تلوار اور نیزہ لے کر جنگ کے میدان میں زور آزمائی کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ تلوار کاٹنے میں بوڑھے کا احترام نہیں کرتی اور نہ ہی بڑے چھوٹے میں تمیز کرتی ہے۔

حضرت حمزہ نے جواب میں فرمایا کہ جب میں جوان تھا اور اسلام قبول نہیں کیا تھا اس وقت دنیا کو چھوڑنا میں موت سمجھتا تھا اور ظاہر ہے کہ موت کی طرف رغبت سے کون جاتا ہے لیکن اب جب کہ میں بوڑھا ہوں مگر اسلام کی دولت سے مالا مال ہوں، اب میں موت کو ابدی زندگی کا سبب سمجھتا ہوں۔ اب مجھے دنیاوی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں بالکل حقیر نظر آتی ہے، مجھے موت کا ذرہ بھی خوف نہیں، میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا شکر گزار ہوں کہ جن کی وجہ سے مجھے یہ عالم غیب کے اسرار دکھائی دیتے ہیں۔ باقی جو شخص شہادت اور موت کو ہلاکت سمجھتا ہو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ: ”اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔“

جو شخص شہادت کو اسرار غیبی کا دروازہ سمجھتا ہے اس کے لئے تو قرآن پاک میں یہ حکم ہے کہ ”تم جلدی کرو اپنے رب کی مغفرت کی طرف۔“ موت تو خوانِ نعمت کی طرف دعوت ہے ان لوگوں کے لئے جو اس کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سمجھتے ہیں اور جو لوگ موت کو مصیبت سمجھتے ہیں ان کے لئے یہ بلا ہے۔ اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی دنیاوی غرضوں سے مبرا ہو کر ہی بے جگری اور دلیری سے لڑا کرتے تھے ان کے پیش نظر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے اور اس مقصد کے لئے وہ اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

قیصر روم کا اپیلچی ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ قیصر روم نے اپنا خاص اپیلچی حضرت عمر فاروق کی خدمت میں بھیجا، وہ اپیلچی دو درواز کا سرنطے کرنے کے بعد جب مدینہ منورہ میں پہنچا تو مسلمانوں سے دریافت کرنے لگا کہ مسلمانوں کے خلیفہ حضرت عمر کا محل کہاں ہے؟ لوگوں نے اس کی یہ بات سنی تو ہنس دیے اور کہا اُن کا تو کوئی محل نہیں ہے اگر چہ ان کے نام کی ہیبت سے بڑے بڑے حکمران تھرا اٹھتے ہیں مگر اُن کی فقیروں جیسی جھونپڑی ہے وہ اپنے لئے کوئی محل نہیں رکھتے۔ روم کے اپیلچی نے جب یہ سب کچھ سنا تو بڑا حیران ہوا اور اس کا اشتیاق بڑھ گیا کہ

مسلمانوں کے خلیفہ کو دیکھنا چاہئے۔ اس نے اپنا سامان اور گھوڑے کو بغیر حفاظت کے چھوڑا اور حضرت عمر فاروق کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ وہ ہر ایک سے دیوانوں کی طرح حضرت عمر فاروق کا پتہ پوچھتا پھرتا تھا۔ آخر ایک بدو عورت نے اس شخص کو اجنبی دیکھ کر بتایا کہ میں نے حضرت عمر کو فلاں کھجور کے درخت کے نیچے دیکھا ہے کہ آپ وہاں پر تنہا سو رہے ہیں۔ چنانچہ وہ اپیلچی اس بتائی ہوئی جگہ پر آیا اور دیکھا کہ حضرت عمر فاروق کھجور کے درخت کے نیچے تنہا سو رہے ہیں۔ اپیلچی آپ کو سوتا دیکھ کر دور کھڑا ہو گیا۔ اور اس پر کچھ طاری ہو گئی۔ اس اپیلچی کے دل میں ایک عجیب خوش کن کیفیت پیدا ہو گئی، اس اپیلچی کے دل میں حضرت عمر فاروق کی محبت بھی پیدا ہوئی اور خوف بھی۔ محبت اور ہیبت کی عجیب کیفیت اس کے دل میں موجزن تھی۔

اپیلچی اپنی حالت کو دیکھ کر بڑا حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ میں نے بہت سے معرکوں اور جنگوں میں حصہ لیا ہے، بہت بے جگری سے لڑا ہوں بہت سے زخم بھی کھائے ہیں۔ لیکن دشمن سے کبھی بھی خوف نہیں کھایا۔ میں بہت سے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں مگر اُن بادشاہوں کی کوئی ہیبت مجھ پر طاری نہیں ہوئی اور بادشاہوں کے سامنے ہمیشہ مطمئن رہا ہوں۔ بے شمار شیروں کا میں نے شکار کیا

ہے اور اس شکار کے دوران شیر کا سامنا کرتے ہوئے مجھے کبھی خوف نہیں آیا اور میرے چہرے کی رنگت نہیں اڑی۔ آج جب کہ یہ مسلمانوں کا خلیفہ سویا ہوا ہے اس کی ہیبت نے میرے حواس گم کر دیئے ہیں حالانکہ یہ ہستی بغیر ہتھیاروں کے زمین پر سوئی پڑی ہے اور میری یہ حالت ہے کہ میں سر سے لے کر پاؤں تک کانپ رہا ہوں یقیناً یہ کوئی اللہ کا خاص بندہ ہے جس کی ہیبت اللہ نے میرے دل پر طاری کر دی ہے۔ اپیلچی کافی دیر تک حضرت عمر فاروق کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا اس کی جرأت نہ ہوئی کہ وہ آگے بڑھ کر فاروق اعظم کو جگا دے۔ آخر ایک گنڈہ کے بعد جناب فاروق اعظم اپنی جگہ سے اٹھے تو اپیلچی آگے بڑھ کر تعظیم اور سلام کرنے لگا اس کے بعد گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔

اس واقعہ سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کو طمانیت حاصل ہو جاتی ہے پھر اس کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کے دل میں اس کی ہیبت پیدا کر دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرے اس کا دل کمزور ہو جاتا ہے اور پھر وہ اپنے سائے سے بھی خوف کھاتا ہے۔ بیماری کی وجہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی شہر میں بڑا دانا اور قابل حکیم رہتا تھا، دو دروہے اس کی شہرت کے چرچے تھے۔ ایک دن ایک

بوڑھا شخص حکیم کے پاس آیا اور آ کر اپنا مرض بتایا کہ حکیم صاحب! مجھے کمزوری دماغ کی شکایت ہے۔ حکیم صاحب کہنے لگے کہ بزرگوار! اس عارضے کی وجہ آپ کا بڑھاپا ہے۔ بوڑھے نے کہا، میری چنانکی میں بھی ضعف ہے۔ حکیم صاحب کہنے لگے، یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ بوڑھے نے کہا، مجھے کمزور ہے۔ چورن کے بغیر کوئی بھی خوراک میں ہضم نہیں کر سکتا۔ حکیم صاحب کہنے لگے، اس کا باعث بھی بڑھاپا ہی ہے۔ بوڑھے نے کہا، ٹانگوں میں اتنی سکت نہیں کہ چند قدم چل سکوں۔ تھک جاتا ہوں۔ حکیم صاحب کہنے لگے، یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ بوڑھے نے کہا، میری کمر بھی جھک گئی ہے۔ حکیم صاحب بولے، یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔

اب تو اس بوڑھے کو بہت ہی غصہ آیا اور غصے میں آپے سے باہر ہوتے ہوئے بولا، یہ تم نے کیا ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے ہر بات کا ایک ہی جواب، تمہیں کوئی اور وجہ دکھائی ہی نہیں دیتی، بڑا قابل حکیم بنا پھرتا ہے آتا جاتا کچھ نہیں، مجھے تو پاگل اور بے ذوق دکھائی دیتا ہے۔ حکیم نے بوڑھے کو جو اس قدر سچا دیکھا تو مسکراتے ہوئے کہا، بزرگوار! تمہاری اس وقت جو غصے کی حالت ہے اور جو اول قول کہہ رہے ہو اس کی وجہ بھی تمہارا بڑھاپا ہی ہے۔ کیونکہ بڑھاپے کی وجہ سے انسان کے اعضائے رئیسہ کمزور ہو جاتے ہیں اور صبر و برداشت کا مادہ بھی کم ہو جاتا ہے۔

میں نے بپانگ دہل کلیساں میں اسلام قبول کیا

اور کلیسا میں ہونے والی یہ تقریب اصل میں میری ”الوداعی دعوت“ تھی۔ میں نے نوٹ کیا کہ کلیسا کے ارکان میرا اعلان سن کر غم و غصے میں مغلوب تو تھے ہی مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ وہ رد عمل کے اظہار میں پاگلوں جیسی حرکات کیوں کر رہے ہیں۔ ان کے ”صاحب“ کا کہنا تھا میں پاگل ہو گیا ہوں جب کہ امر واقعہ یہ تھا کہ تمام حاضرین کے دماغ چل گئے تھے۔

انہوں نے اپنے ”صاحب“ سے کہا: ”جناب والا! پولیس بلوائیں اور اس احمق کو فی الفور گرفتار کروادیں۔“ کلیسا کے منتظم نے پولیس بلوا کر مجھے گرفتار کروادیا۔

مجھے حوالات سے رہا کروانے میں ایک دردمند اور راسخ العقیدہ مسلمان رہنما شیخ احمد ہیک نے ضمانت دی۔ مجھے عیسائیت سے تائب ہو کر اسلام کی راہ پر گامزن کرنے کا بھی سہرا بھی اصلاً شیخ احمد ہیک ہی کے سر بندھتا ہے۔ اہل کلیسا کے شدید رد عمل، میری گرفتاری اور بعد میں پیش آنے والے واقعات بعد ازاں میری طویل اور پر آزمائش زندگی کا پہلا صبر آزما مرحلہ تھا۔ بعد کے واقعات فی الواقع زیادہ کربناک اور دل دہلا دینے والے تھے۔

بہر حال جیسا کہ عرض کر چکا ہوں کہ میں آرج بپانگ تھا۔ میں نے ابتدائی تعلیم اور مذہبی علوم کے تقابلی جائزے میں ماسٹر ڈگری کے بعد الہیات کے موضوع پر

میں ابھی دو دن باقی تھے جب میں نے اپنے آبائی مذہب عیسائیت کو ترک کر کے اسلام قبول کرنے کا باقاعدہ اعلان کیا۔ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ میں نے یہ اعلان کلیسا ہی میں کیا۔ یہ اعلان سن کر کلیسا کا منتظم اور تمام حاضرین ہنگامہ مگن رہ گئے۔ منتظم نے گرجا دار آواز میں کہا: ”مارٹن! اپنی نشست فی الفور چھوڑ دو۔“ اس کے ساتھ ہی اس نے تمام کھڑکیاں بند کر دیں اور ارکان کلیسا سے مخاطب ہو کر کہا: ”بپانگ کے حواس اپنے قابو میں نہیں ہیں، لگتا ہے وہ پاگل ہو گیا ہے۔“ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ چند ثانیے پہلے موسیقی کے آلات تھام کر مذہبی ترانے الاپنے والا شخص جس نے جھوم جھوم کر جو روحانی لے اٹھائی تو پورا مجمع مسحور ہو گیا تھا۔ اچانک یہ اعلان کر کے تمام حاضرین پر سکتے طاری کر دے گا۔

”کلیسا کے منتظم کو کیا خبر تھی کہ میرے دل میں اٹھنے والے طوفان نے مجھے قبولیت اسلام کے برسر عام اعلان کی تحریک دی تھی

قریباً ربع صدی قبل مشرقی افریقہ کی سرزمین پر یہ حیرت انگیز مگر نہایت ایمان افروز واقعہ رونما ہوا جب آرج بپانگ مارٹن جان موائی پوپ نے اپنے آبائی مذہب عیسائیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ مارٹن جان ورلڈ کونسل آف چرچز کے جنرل سکرٹری برائے مشرقی افریقہ تھے۔ تاریکی کی مہیب پردے پھاڑ کر اس شخص کو ابدی روشنی اور نور کی دنیا میں آنے کی سعادت کیوں اور کیونکر حاصل ہوئی؟ اس سوال کا جواب جاننے سے آپ بھی حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ کس طرح ازلی وابدی ہدایت انسان کے دل میں اترتی ہے اور راہ ہدایت کے پد کٹھن سفر کے دوران میں اسے کس قدر نامساعد حالت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ یہ ایمان افروز کہانی سابق آرج بپانگ مارٹن جان موائی پوپ کی اپنی زبانی قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

”یہ 23 دسمبر 1986 کی بات ہے۔ عیسائیوں کے مشہور مقدس تہوار کرسمس

ڈاکٹریٹ کے لئے جو مقالہ لکھا اس کے مواد کی تلاش میں حق کی تلاش و جستجو کی تحریک ودیعت ہوئی اور یہ موضوع مجھے دین اسلام کی طرف کھینچ لایا اور مجھ پر راہ حق کے دروازے کھل گئے۔ میری زیادہ تر تعلیم بیرون ملک میں ہوئی۔ برطانیہ سے چرچ ایڈمنسٹریشن میں ڈپلوما کیا۔ اس کے بعد برلن (جرمنی) سے ڈگریاں حاصل کیں۔

قبول اسلام سے قبل میں مشرقی افریقہ کے لئے ورلڈ کونسل آف چرچز کا جنرل سکرٹری تھا۔ میرے زیر انتظام تنزانیہ، کینیا، یوگنڈا، برونڈی کے علاوہ صومالیہ اور ایتھوپیا کے بعض حصے بھی تھے۔

اس وقت میرے ہم عصروں میں جنوبی افریقہ میں ہیومن رائٹس کمیشن کا چیئرمین بھی شامل تھا۔ میں ترتیب وار واقعات بیان نہیں کر سکا کہ دراصل مجھے اپنی بات کہاں شروع کرنی چاہئے تھی۔ بہر حال قارئین سے معذرت کے ساتھ میں اپنی بات کا آغاز، آغاز سفر حیات سے کرتا ہوں۔ میں قریباً ستر برس قبل بکا بوا میں پیدا ہوا۔ یہ ایک ایسا علاقہ ہے جس کی سرحدیں یوگنڈا سے ملتی ہیں۔ اپنی ولادت کے دو سال بعد گھر والوں نے میرا پتہ سمہہ کروایا جب کہ پانچ سال بعد مجھے کلیسا کے لئے وقف کر دیا گیا۔ وقف کئے جانے کا واقعہ پورے خاندان کے لئے بے پایاں خوشی اور فخر کا باعث تھا۔

میں جب بورڈنگ اسکول میں داخل ہوا تو میرے اپنے والد صاحب کے ساتھ خط و کتابت ہوتی رہی۔ انہوں نے مجھے اکثر خطوط میں لکھا: ”میں تمہیں پادری بنانے کی دلی تمنا رکھتا ہوں اور یہ حسین خواب میں نے تمہاری ولادت کے فوراً بعد دیکھنا شروع کر دیا تھا۔“ مجھے اکثر بلکہ سچی بات کہوں تو ہر خط میں وہ اپنے اس خواب کی تعبیر دیکھنے کی دالہانہ خواہش کا اظہار کرتے رہے تھے۔ اپنی عملی زندگی کے بارے میں میرے اپنے تصورات تھے جو والد محترم اور دوسرے خاندان سے مختلف تھے۔ میں پولیس میں بھرتی ہو کر ملک و قوم کی خدمات انجام دینے کا خواہاں تھا۔ میں سوچتا رہا۔ گھر والوں کو اپنے خیالات سے ہم آہنگ کرنے کی مختلف تجاویز پر غور کرتا رہا مگر ان کی متعین بے تابی دیکھ کر میں نے انہی کے آگے ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کر لیا اور جب 25 سال کا ہوا تو ان کی خواہش پوری کرنے کی ٹھان لی۔

افریقی بچے، یورپی بچوں سے یقیناً مختلف ہوتے ہیں۔ یورپی بچے 21 سال کی عمر تک پہنچنے کے بعد اپنی عملی زندگی کے متعلق تمام فیصلے خود کرتے ہیں جب کہ افریقی بچے اپنی زندگی کے متعلق فیصلوں پر عملدرآمد میں اپنے ماں باپ اور خاندان کے بزرگوں کی خواہشات کا احترام ترجیحاً ملحوظ رکھتے ہیں۔ مجھے والد محترم نے ایک خط

میں لکھا: ”میرے بیٹے! اس سے پہلے کہ میرا آخری وقت آجائے میری خواہش ہے کہ پادری بن کر مذہب کی خدمات انجام دینا شروع کر دو اگر تم میری بات مان لو گے تو مجھے بے پناہ خوشی ہوگی۔“ اس جذباتی خط کا مجھ پر بھی جذباتی رد عمل ہوا اور میری زندگی کا رخ بدل گیا۔ میں برطانیہ کی طرف عازم سفر ہو گیا۔ یہ 1964 کی بات ہے۔ میں نے برطانیہ سے چرچ ایڈمنسٹریشن میں ڈپلوما کیا جس کے بعد جرمنی سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ واپس آیا تو ایک سال کے بعد مجھے قائم مقام بپانگ کے طور پر ذمہ داریاں تفویض کر دی گئیں جس کے بعد میں ایم اے کرنے کے لئے چلا گیا۔

اس پورے مرحلے کے دوران میں، میں اپنے بزرگوں کی اطاعت و فرمانبرداری کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ عیسائی تعلیمات کے حوالے سے میرے ذہن میں بالعموم کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا تھا لیکن جب میں نے ڈاکٹریٹ کی تیاری شروع کی تو میرے ذہن میں طرح طرح کے سوالات ابھرنے لگے۔ میں سوچنے لگا کہ عیسائیت، اسلام، یہودیت، بدھ مت سب کے سب مذاہب اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں اور انہیں اپنے اور صرف اپنے ہی حق پر ہونے کا کامل یقین ہے مگر اصل کیا ہے؟ اس سوال کا جواب دینے کے لئے ان مذاہب کے

ماہرین، دانشوروں اور علماء پر جو اصل ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ بالعموم پوری نہیں کر رہے۔ وہ ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دیگر مذاہب سے تقابل کرنے ہوئے دلائل کے ساتھ اپنی بات سچ ثابت کر کے دکھائیں۔ محض سچ، سچ اور حق حق پکارتے رہنے سے تو دعوت کا اصل مقصد پورا نہیں ہوتا۔

دوسروں کو کسی فریب اور دھوکے میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں اپنے محبوب استاد پروفیسر وان برگر کے روبرو تھا۔ میں نے کمرے کے دروازے بند کر دیئے اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر استفسار کیا: ”استاد مکرم! آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے نزدیک دنیا کا سب سے سچا مذہب کیا ہے؟“

”اسلام“ انہوں نے برجستہ اور دو ٹوک جواب دیا۔ ”پھر آپ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟“ انہوں نے جواب میں کہا: ”پہلی بات تو یہ ہے کہ میں عربوں سے نفرت کرتا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میرے پاس عیش و عشرت کی زندگی کے جو سامان تم دیکھ رہے ہو کیا سمجھتے ہو کہ میں اسلام کی خاطر انہیں چھوڑ دوں؟“

میں نے اس کی بات سن کر کچھ دیر غور کیا۔ اس کی اور اپنی دونوں کی حالت کا جائزہ لیا۔ اس پروفیسر کے وسائل اسباب، اس کی کاریں سب کچھ میری آنکھوں میں پھر گیا۔ میرے اندر سے یہی جواب آیا کہ یقیناً اسلام کی خاطر یہ سب کچھ تیاگ دینا تو ممکن نہیں نظر آ رہا۔

بہر حال پروفیسر وان برگر اسلام قبول نہ کر سکے جب کہ اس وقت تک میرے دل کی کیفیت بھی ان جیسی ہی تھی مگر اس میں

آہستہ آہستہ ایک نہایت خوشگوار تبدیلی رونما ہو رہی تھی۔ مسلمانوں کا کردار و عمل بالخصوص عبادات کے طور طریقے میرے دل کو بھلے لگتے۔ وہ نماز پڑھتے ہوئے جس اتحاد، اخوت اور اجتماعیت کا مظاہرہ کرتے وہ بے حد پر کشش محسوس ہوتی۔ جمعہ کے روز اجلے کپڑے پہن کر نماز میں شرکت کے لئے انہیں آتا دیکھ کر میرا دل ان کی طرف لپکتا تھا۔

آہستہ آہستہ میرے دل میں باقاعدہ قبول اسلام کی تحریک اور ترغیب زور پکڑتی گئی اور ۲ دسمبر کو میں نے قبولیت حق کے باضابطہ اعلان کا فیصلہ کر لیا۔ مجھے اسلام قبول کرنے کی طرف میرے بعض خواب لے کر آئے تھے۔ میرے باپ نے مجھے عیسائی بنانے کا خواب دیکھا جب کہ قدرت نے مجھے مسلمان بننے کا خواب دکھایا۔ سچی بات یہ ہے کہ آپ زندگی میں جو خواب دیکھتے ہیں ان میں سے بعض خواب آپ کو راہ راست کی طرف لے جاتے ہیں اور مجھے میرے خواب اسلام کی طرف لے آئے۔ بہت کم لوگوں کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے تاہم صدق دل اور خلوص کے ساتھ تلاش و جستجو کی جائے تو معرفت حاصل ہو ہی جاتی ہے۔

کلیسا میں اعلان کیا تو مجھے اہل کلیسا نے سب سے پہلے گھر اور گاڑی سے محروم کر دیا۔ آپ سب جانتے ہیں کہ زندگی

گزارنے کے لئے ان دونوں کی بنیادی ضرورت مسلمہ ہے۔ گھر والے بھی پریشان ہو گئے اور مجھے پریشان کرنے لگے۔ یہاں تک میری اہلیہ نے بھی زندگی کے باقی ماندہ سفر میں میری ہم سفر رہنے سے انکار کر دیا۔ اس نے میرے کپڑے وغیرہ سمیٹے، بچوں کو ساتھ لیا اور چلی گئی۔ حالانکہ میں نے اسے کہا تھا کہ میں نے اپنے لئے جو راستہ تلاش کیا اور جسے میں برحق سمجھتا تھا اس کے لئے آپ کو ہرگز مجبور نہیں کروں گا۔ تم چاہو تو اپنے مذہب عیسائیت پر قائم رہ سکتی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ میرے ساتھ بھی رہ سکتی ہو۔ میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا مگر اس نے میری بات نہیں مانی۔

اس کے بعد میں اپنے والدین کے پاس گیا۔ انہوں نے میرے قبول اسلام سے شدید اختلاف کیا۔ برہم ہوئے اور مجھ پر زور دیا کہ واپس اپنے مذہب پر لوٹ آؤ۔ میری والدہ نے کہا: ”میں تمہیں سمجھدار سمجھتی تھی اس نامعقول حرکت کی تم سے مجھے ہرگز توقع نہیں تھی۔“ میں ان کی بات مان سکتا تھا مگر نہ مانی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرے خلاف ان کے بھڑکے ہوئے جذبات ٹھنڈے پڑنا شروع ہو گئے۔ رفتہ رفتہ معاملات بہتر ہوتے چلے گئے اور بالآخر ہمارے مابین مصالحت ہو گئی۔

اسلام قبول کرنے کے بعد میں ”کیالا“ چلا گیا۔ یہ تنزانیہ اور ملاوی کے

درمیان واقع ہے اور میرے خاندان کا آبائی علاقہ ہے۔ میں نے اس سفر کے دوران ”بوسال“ میں قیام کیا۔ وہاں میری ملاقات مستقبل کی شریک حیات سے ہوئی۔ وہ ایک کیتھولک مغنی تھی۔ اس وقت اس کا نام مس گرورڈو گبویا تھا۔ الحمد للہ اب وہ سسٹریزینٹ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے ساتھ میں کیا لایا گیا۔ وہاں ایک بزرگ کے پاس قیام کیا۔ اگلی صبح میں نے وہاں اذان دی تاکہ مسلمانوں کے ساتھ رابطہ کر سکوں لیکن میرے بارے میں سن کر وہاں بعض عیسائی آ گئے۔ انہوں نے میرے میزبان بزرگ سے کہا: ”آپ نے اس ”پاگل“ آدمی کو اپنے ہاں کیوں ٹھہرایا ہے“ میری ساتھی مغنی نے انہیں مخاطب کر کے کہا: ”یہ پاگل نہیں، مسلمان ہے۔“ یہ وہ عورت تھی جس نے ایک موقع پر میری

علاوات کے دوران علاج و معالجہ کے تمام اخراجات برداشت کئے تھے۔ یعنی جس دوران میں، میں انگلینڈ میں مشن اسپتال میں زیر علاج تھا۔ اس دوران میں، میں نے اس مغنی سے استفسار کیا: ”تم گلے میں صلیب کیوں پہنتی ہو؟“ ”کیوں یسوع مسیح اس صلیب پر لٹکائے گئے تھے۔“ اس نے عقیدت کے انداز میں جواب دیا۔

میں نے جواب میں کہا: ”آ کر کوئی شخص تمہارے باپ کو بندوق سے گولی مار کر

ہلاک کر دے تو کیا تم اس بندوق کو اپنے گلے کا ہار بنا لو گی؟“ میری بات پر وہ ناراض ہونے کے بجائے سنجیدگی کے ساتھ سوچنے لگی۔ اس کی سوچ گہرے غور و فکر اور تدبیر و تجسس میں بدل گئی۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ مذہبی معاملات پر گاہے بگاہے تبادلہ خیال کرتے رہے۔ اس مغنی کے دل میں سچ کی چنگاری رفتہ رفتہ شعلہ جولا بن گئی، ہم ایک دوسرے کے خاصے قریب آ گئے۔ ایک روز میں نے اسے شادی کی تجویز پیش کی۔ اس نے اثبات میں جواب دیا اور مصلحتاً ہم نے خفیہ طور پر شادی کر لی۔ ایک ماہ کے بعد اس نے اپنی انتظامیہ کو چھٹی کی درخواست دی۔ میں جس بزرگ کے ہاں ٹھہراتا تھا وہ میری اہلیہ کا چچا تھا۔ ہم نے گھر جا کر اسے بتایا کہ ہم رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے ہیں تو وہ ناراض ہو گیا اور ہمیں گھر سے نکل جانے کو کہا۔ اس نے میری اہلیہ کو مخاطب کر کے کہا: ”تم نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ تمہارا باپ یقیناً تم سے انتقام لے گا۔ اگر نہیں لے گا تو میں تمہیں گولی مار کر ہلاک کر دوں گا۔“

ہم نے اپنے لئے مٹی کا ایک گھر بنا لیا۔ ایک وقت تھا جب میں کاروں اور کوشیوں کا مالک تھا مگر آج مٹی اور گارے سے بنے گھر وندے میں رہ رہا تھا۔ میں لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرتا اور پیٹ کا ایندھن پیدا کرتا۔ اس کے علاوہ لوگوں کی